Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... میڈیا کے دینی پروگرام رکشمیر بس سروس..................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن......... سورہ بقرہ (قسط۹).........................مفتی محمد رضوان ۷

درسِ حدیث .... عذابِ قبر سے حفاظت کے اسباب.......................مفتی محمد یونس ۸

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ربیع الاول مروّجہ رسموں کے تناظر میں..........................مفتی محمد رضوان ۱۴

ٹیلیویژن کے مروّجہ پروگراموں کے مفاسد (دوسری وآخری قسط)......................// // ۱۹

ماہِ ربیع الاول: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں.....مولوی سعید افضل رمولوی طارق محمود ۲۳

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم صالح (قسط۲)...........................مفتی محمد امجد ۲۸

صحابیٔ رسول حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ.......................انیس احمد حنیف ۳۲

آدابِ تجارت (قسط۲)...مفتی منظور احمد ۳۴

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت.......................................حافظ محمد ناصر ۳۷

مہمان نوازی کے آداب..مفتی محمد رضوان ۴۰

پریشان کُن خیالات ووساوِس اور اُن کا علاج (قسط۱۰).................................// // ۴۲

مکتوباتِ مسیحُ الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۱۳)............ترتیب: مفتی محمد رضوان ۴۵

طلبہ کو حد سے زیادہ مارنا (قسط۵) (تعلیمات حکیم الامت کی روشنی میں).................................// // ۴۸

علم کے مینار.............. بابائے کیمسٹری جابر بن حیان..................مولوی طارق محمود ۵۰

تذکرۂ اولیاء: . . . حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (قسط۲)......................// // ۵۳

پیارے بچو! .... عزّت اور ذِلّت والی زندگی..........................مفتی ابوریحان ۵۹

بزمِ خواتین .... راحت وسکون والی پاکیزہ زندگی.............................مفتی محمد امجد ۶۳

آپ کے دینی مسائل کا حل.... کیا عورت مَردوں کی امامت کرا سکتی ہے؟........دار الافتاء ۶۸

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... مفید معلومات، احکامات وتجزیات.......................مفتی محمد رضوان ۷۵

عبرت کدہ ...... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۲)..............................مفتی محمد امجد ۷۸

طب وصحت ..... صحت کے لئے غذا میں توازن ضروری ہے...........................ابولقمان ۸۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.................................مفتی محمد امجد ۸۵

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.......................ابوجویریہ ۸۷

Direction of Qiblah during the latrine..............مولوی ابرار حسین ۹۲

Idara Ghufran

اداریہ مفتی محمد رضوان

میڈیا کے دینی پروگرام / کشمیر بس سروس

......اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو ایک ہمہ گیر جنگ اسلام دشمن قوتیں اور لادین عناصر میڈیا کے محاذ پر لڑ رہے ہیں، ان کی داستان بہت طویل ہے۔

موجودہ دور ذرائع ابلاغ اور میڈیا کا دور کہلاتا ہے، عالمگیر سطح پر آئے دن رونما ہونے والے تغیرات اور انقلابات کے پیچھے بہت بڑا ہاتھ ذرائع ابلاغ اور میڈیا ہی کا کارفرما ہوتا ہے۔ شر کی قوتیں جن کے ہاتھ میں بدقسمتی سے آج دنیا کی زمامِ اقتدار ہے اور جو بظاہر عارضی طور پر دنیا کے سیاہ وسفید کی مالک بنی ہوئی ہیں وہ ذرائع ابلاغ اور میڈیا کے ذریعہ پروپیگنڈہ کے زور پر عالم گیر سطح پر اپنے سیاسی تسلط، فکری غلبے اور اقتصادی ومعاشی منصوبوں کو دوام واستحکام بخشتی ہیں سرد جنگ (Cold War) اور میڈیا وار (Media War) کے رائج الفاظ اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔

آج کے دور کے ذرائع ابلاغ اور میڈیا کی دونوں بڑی قسموں (الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا) کو باطل اور شر کی قوتیں جس بے دردی سے انسانیت کی فطرت مسخ کرنے، بے حیائی اور اباحیت پرستی کو فروغ دینے، اخلاقی اقدار اور روحانیت کے ٹھوس ومستحکم اصولوں کا گلا گھونٹنے کے لئے استعمال کر رہی ہیں وہ انسانی تاریخ کا اتنا زبردست المیہ ہے کہ ماضی کے کسی دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

کچھ عرصہ سے باطل قوتوں نے اسلام کی حقیقی صورت کو مسخ کرنے اور مادیت ونفسانیت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی حق وصداقت سے محروم مگر حق وصداقت کی پیاسی ومتلاشی مسلم قوم کے لئے آبِ شیریں کے نام پر زہر قاتل کا خوبصورت ومزین جام تیار کیا ہے جو انٹرنیٹ، کیبل اور ٹیلی ویژن کے ذریعے سے مختلف دینی ومذہبی ناموں اور عنوانوں کے پروگراموں کی شکلوں میں پیش کیا جا رہا ہے۔

دین ومذہب کا لیبل لگا کر خاص مذہبی عنوان سے جو پروگرام آج کل ٹیلی ویژن وغیرہ پر نشر کئے جا رہے ہیں اُن کا کردار دنیوی اور خالص بے حیائی اور فحاشی پر مشتمل پروگراموں سے زیادہ خطرناک اور اندوہناک ہے۔ کیونکہ ان پروگراموں کو خالص اسلامی اور مذہبی رنگ دینے کی وجہ سے مذہبی ذہن رکھنے والا بہت بڑا وہ طبقہ بھی متاثر ہو رہا ہے جو دین کے لیبل سے خالی پروگراموں سے متاثر نہیں تھا اور دیکھتے

Idara Ghufran

ہی دیکھتے ایک دیندار طبقے کا ذہن بڑی تیزی سے آزادی کی صورت میں تبدیل ہو رہا ہے، جس کا اندازہ کچھ دینی ذہن رکھنے والے عوام کی طرف سے پیش کئے جانے والے ان شبہات اور سوالات سے ہوتا ہے، جوان کو ان میڈیائی پروگراموں کو سُننے اور دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری طرف عوام الناس کا بڑا طبقہ مطمئن ہے کہ خیر سے میڈیا پر دینی اور مذہبی پروگراموں کا بھی اجراء ہو گیا۔

بلاشبہ میڈیا کے قبلہ کو درست کرنے اور اس کی بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے، میڈیا کو مذہبی و دینی تعلیم وتبلیغ کے لئے شرعی احکامات کی پاسداری کا لحاظ رکھتے ہوئے استعمال کر کے بہت بڑا دینی و مذہبی انقلاب لایا جاسکتا ہے، لیکن انتہائی افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سلسلہ میں ابھی تک میڈیا کا معاملہ انتہائی مایوس کن اور حیران کن رہا ہے، یہ پروگرام جس انداز میں آجکل نشر ہو رہے ہیں اُن سے قوم میں حقیقی دینی جذبہ بیدار ہونے کے بجائے دین سے دوری اور آزادی ہی کو وجود مل رہا ہے۔

اولاً تو میڈیا کے ذمہ دار طبقہ ہی سے یہ توقع رکھنا حماقت ہے، کہ وہ کوئی خالص دینی و مذہبی جذبہ بیدار کرنے میں بھی مخلص ہیں، کیونکہ اس طبقہ کی اکثریت جس رنگ میں رنگی ہوئی اور جس ماحول میں زندگی گزار رہی ہے، اصل دین کا تصور اور مذہب کے تقاضے بالکل اس سے مختلف ہیں۔

ان پروگراموں میں دینی مذہبی عنوان سے پیش کی جانے والی شخصیات کے انتخاب سے بھی اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ پیچھے بیٹھ کر ان پروگراموں کی باگ ڈور سنبھالنے والا طبقہ کس ذہنیت کا مالک ہے، پھر ان پروگراموں کو ریکارڈ کرنے کے بعد لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اپنی پالیسی اور مرضی ومنشاء کے مطابق بنانے میں جس کانٹ چھانٹ سے کام لیا جاتا ہے، اس کی وجہ سے تو ان کا حلیہ ہی بگڑ کر رہ جاتا ہے، اور ایسی صورت میں تو معتبر ومستند شخصیات کے ریکارڈ شدہ پروگرام بھی غیر معتبر وغیر مستند ہو کر رہ جاتے ہیں۔ زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ پروگرام بیک وقت لاکھوں کروڑوں افراد سنتے اور دیکھتے ہیں، جس کی تردید واصلاح علمائے کرام کو اپنی محدود تحریرات وتقریرات کے ذریعہ سے کرنا بھی ممکن نہیں، اس لئے ہمارے خیال میں اس قسم کے پروگراموں کی اصولی انداز میں تردید کر کے قوم کو ان کے زہریلے اثرات سے بچانے کی کوشش وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اِن حالات میں مشترکہ طور پر اہلِ علم اور مخیرّ حضرات پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ پر

پیش ہونے والے ان پروگراموں کی تردید کیلئے شرعی حدود وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے کوئی متبادل مؤثر تدبیر اور حل سوچیں، ورنہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھے رہنے اور ہر چیز کے عدمِ جواز کو بنیاد بنا کر اس سے پوری طرح آنکھیں بند کر لینے کے جو نتائج بد مستقبل میں درپیش ہوں گے، ان کا مقابلہ شاید آنے والے وقت پر نہ ہو سکے گا۔ اس سے پہلے کہ پوری قوم کو علمائے حق ''جو دین کے صحیح ترجمان و پاسبان ہیں'' سے الگ کر کے کسی غلط محاذ پر جمع کیا جائے، ااس کا سدِ باب کرنے میں ہی خیر وعافیت مضمر ہے۔

......ہندوستان، پاکستان کی قیادتوں نے پچاس سال سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد 7 اپریل 2005ء سے منقسم کشمیر کے دوطرفہ مسافروں کی آمد و رفت کے لئے ''مظفر آباد سرینگر بس سروس'' کا آغاز کیا ہے، جس کا اعلان دونوں قیادتوں کی طرف سے مذاکرات کے بعد بہت پہلے ہو چکا تھا، اس سلسلے میں اخبارات و رسائل اور جرائد میں مختلف ملے جُلے تبصروں کا سلسلہ شروع تھا۔

چند غیر معروف تنظیموں نے ''سرینگر مظفر آباد بس سروس'' کو تباہ کرنے کی دھمکی بس سروس شروع ہونے سے پہلے ہی دے دی تھی، اور بس سروس کی دوسری باری سے پہلے پھر اس کا اعادہ کیا ہے۔

اور عین اس وقت جب مسافر ٹرمینل پر مظفر آباد کے لئے سفر کے منتظر تھے، ایک زوردار حملہ بھی کیا گیا، جس کے نتیجے میں تقریباً پچاس افراد زخمی ہو گئے۔

7 اپریل کو پہلی دوطرفہ بسیں حفاظتی انتظامات کے ساتھ اپنی اپنی منزل تک پہنچنے پر دوطرفہ کشمیریوں نے شاندار استقبال کیا، اور پچاس سالہ بچھڑے ہوئے خاندانوں کے ملنے پر رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے۔

ہمارے خیال میں ''سرینگر مظفر آباد بس سروس'' کا آغاز دوطرفہ کشمیریوں اور خاص طور پر مسلم قوم کے لئے ایک خوش آئند اقدام ہے، کیونکہ سفر کرنے والوں کی اکثریت اُن مسلمانوں کی ہوگی جو پچاس سال سے زائد عرصہ بیت جانے کے بعد اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کی زیارت وملاقات سے محروم اور اسلام کے اہم حکم صلہ رحمی کے تقاضے پورے کرنے سے محروم و مایوس ہیں۔

بس سروس کے اس عمل سے جہاں دوطرفہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے ملنے اور ایک دوسرے کے حال واحوال معلوم کرنے کا موقع حاصل ہوگا، اسی کے ساتھ ساتھ اگر مسلمان ہوش وحواس سے کام لیں تو کئی دیگر فوائد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں، جن کی کا یہ موقع نہیں۔ بہرحال مظفر آباد سرینگر بس سروس کا آغاز بلاشبہ

Idara Ghufran

اہم اقدام ہے،اس سے نصف صدی سے بچھڑے ہوئے کشمیری خاندانوں کو ایک دوسرے سے ملنے کے علاوہ نیک نیتی کے ساتھ یہ سلسلہ آگے بڑھانے کی صورت میں دوطرفہ مسلمانوں کے باہم ملاپ اور مذاکرات کے نتیجہ میں مسئلہ کشمیر کی راہ بھی ہموار ہوسکتی ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ ہمیں اس خوش فہمی میں بھی مبتلا نہیں رہنا چاہئے کہ ہندو قوم کا ہر طرزِ عمل اور اقدام مخلصانہ اور خیر خواہانہ ہے، لہٰذا اس موقعہ پر ہمیں نہایت ہی دور بینی اور سنجیدگی کے ساتھ اگلے حالات پر نظر رکھنی چاہئے،اس موقع پر یہ بات کہنے میں بھی ہم کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ بعض تنظیموں کی طرف سے بس کی تباہی کی دھمکیاں اور ابتدائی مسافروں کی انتظارگاہ پر حملے قرینِ مصلحت معلوم نہیں ہوتے،اور ہمارے خیال میں ایسے موقعہ پر حملہ کرنا ''جہاں اکثر مسلمان ہوں اور ان کا سفر بھی ایک جائز غرض بلکہ صلہ رحمی اور قرابت داری کے عمل کو انجام دینے کے لئے ہو جو کہ بذاتِ خود عبادت ہے'' شرعاً بھی کوئی پسندیدہ اقدام شمار نہیں ہونا چاہئے،البتہ اس سلسلہ میں اگر کوئی کوتاہی یا غلطی سامنے آئے تو اسکا شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں متبادل جائز طریقہ پر حل سوچنا چاہئے اور نتائج اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے اصلاح کی کوشش جاری رہنی چاہئے۔بندوں کا کام تو اللہ تعالیٰ کے احکام کو صحیح صحیح انجام دینا ہے، جہاں تک ان کے نتائج کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

ہماری قوم کا مزاج بعض امور میں اتنا حساس بنایا جاچکا ہے کہ معروضی حقائق اور صحیح اجتماعی مصالح پر بھی بات سننا گوارا نہیں کیا جاتا،اس میں اگرچہ قوم کے بھی کچھ تحفظات ہیں مثلاً یہ کہ بعض دفعہ ایک عمل معروضی حقیقت اور اجتماعی مصلحت کے عین مطابق ہوتا ہے،لیکن اربابِ اقتدار کا ایک ناعاقبت اندیش طبقہ جس انداز سے اس عمل کو آگے بڑھاتا ہے وہ اپنے ساتھ سو خرابیوں کو بھی جنم دیتا ہے،ماضی میں بھی اس کی بیسیوں مثالیں اور تلخ تجربات موجود ہیں، بہر حال جہاں تک فی نفسہٖ اس عمل اور اقدام کا تعلق ہے وہ مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں انتہائی قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے۔اب اہلِ سیاست اپنے الحاد و مغربیت اور محدود طبقاتی مفادات کی وجہ سے کچھ اور رنگ بھریں تو اس کو قوم کی بدنصیبی ہی کہا جائے گا، بہر حال اس معاملہ میں خود اربابِ اقتدار کو بھی پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے،طبقاتی اور محدود مفادات کے بجائے وسیع تر قومی، ملکی اور ملی مفاد کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

درسِ قرآن

مفتی محمد رضوان

سورہ بقرہ (قسط ۹)

”وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ“ ﴿۷﴾

ترجمہ: ”اوران کے لئے بڑا عذاب ہے“

اس سے پہلے ایمان نہ لانے، کفر پر پختہ طریقے پر جمے رہنے اور حضور ﷺ کی دعوت وتبلیغ کا اثر قبول نہ کرنے والے کافروں کی دنیوی سزا کا ذکر تھا، کہ ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی گئی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا، اس کے بعد مندرجہ بالا الفاظ میں ان کافروں کی اخروی سزا کا تذکرہ فرمایا گیا، کہ آخرت میں ان کو جو عذاب دیا جائے گا وہ بہت بڑا ہوگا، جیسا کہ سورہ بقرہ کی ہی آیت نمبر ۱۱۴ میں ارشاد ہے ”لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ“ یعنی ”ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اوراُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے“

آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے بڑا ہے

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انسان کی بداعمالیوں پر جو بعض اوقات دنیا میں سزا دی جاتی ہے وہ آخرت کی سزا کے مقابلے میں بہت چھوٹی ہوتی ہے، اور اصل سزا ”آخرت کی سزا“ ہے۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے دراصل ”دارُالعَمَل“ یعنی عمل کی جگہ بنایا ہے ”دارُالبدل“ ”دارُالجزاء“ یا دارالسزا“ یعنی ”بدلے، جزاء اور سزا کی جگہ“ نہیں بنایا، بدلہ اور صلہ کی جگہ آخرت ہے، اس سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو دنیا کی راحت ونعمت اور تکلیف ومصیبت کو ہی اصل جزا وسزا سمجھ لیتے ہیں، اور دنیا کے عیش وآرام یا تکلیف ومصیبت پر ہی آخرت کی کامیابی وناکامی کا دارومدار رکھ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کافروں کی دنیوی سزا کا بیان فرمانے کے بعد آخرت کے عذاب کو ”عَذَابٌ عَظِيمٌ“ فرما کر اس غلط فہمی کی نشاندہی فرمادی۔ ”عَذَابٌ عَظِيمٌ“ کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب قوی بھی ہوگا اور دائمی بھی ہوگا، یعنی آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب کے مقابلہ میں شدید (سخت) اور مدید (لمبا) بھی ہوگا۔

درسِ حدیث

مفتی محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

عذابِ قبر سے حفاظت کے اسباب

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْمَیِّتَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ اِنَّہٗ یَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِھِمْ حِیْنَ یُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ فَاِنْ کَانَ مُؤْمِناً کَانَتِ الصَّلَاۃُ عِنْدَ رَاْسِہٖ وَکَانَ الصِّیَامُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَکَانَتِ الزَّکٰوۃُ عَنْ شِمَالِہٖ وَکَانَ فِعْلُ الْخَیْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَۃِ وَالصَّلَاۃِ وَالْمَعْرُوْفِ وَالْاِحْسَانِ اِلَی النَّاسِ عِنْدَ رِجْلَیْہِ فَیُؤْتیٰ مِنْ قِبَلِ رَاْسِہٖ فَتَقُوْلُ الصَّلَاۃُ: مَا قِبَلِیْ مَدْخَلٌ ثُمَّ یُؤْتیٰ عَنْ یَمِیْنِہٖ فَیَقُوْلُ الصِّیَامُ: مَاقِبَلِیْ مَدْخَلٌ ثُمَّ یُؤْتیٰ عَنْ یَسَارِہٖ فَتَقُوْلُ الزَّکٰوۃُ: مَاقِبَلِیْ مَدْخَلٌ ثُمَّ یُؤْتیٰ مِنْ قِبَلِ رِجْلَیْہِ فَیَقُوْلُ فِعْلُ الْخَیْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَۃِ وَالْمَعْرُوْفِ وَالْاِحْسَانِ اِلَی النَّاسِ مَاقِبَلِیْ مَدْخَلٌ ....اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ وَالْحَدِیْثُ طَوِیْلٌ اِخْتَصَرْتُہٗ (رَوَاہُ الطِّبْرَانِیْ فِی الْاَوْسَطِ وَابْنُ حَبَّانَ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَاللَّفْظُ لَہٗ (الترغیب والترھیب ج۴ ص ۱۹۹)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب مردے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو دفن کرنے کے بعد لوگ جس وقت واپس ہوتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے سو اگر وہ مومن (اور باعمل) ہوتا ہے تو نماز اس کے سرہانے آجاتی ہے اور روزے اس کے دائیں طرف آجاتے ہیں اور زکوۃ اس کے بائیں طرف آجاتی ہے اور نفل کام جو کئے تھے مثلاً صدقہ اور نفل نماز اور لوگوں کے ساتھ جو خیر اور نیکی، بھلائی کی تھی وہ اس کے پاؤں کی طرف آجاتی ہے پس اس کے سرہانے کی طرف سے عذاب آنے لگتا ہے تو نماز کہتی ہے میری طرف سے جگہ نہ ملے گی، پھر اس کے دائیں طرف سے عذاب آتا ہے تو روزے کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جگہ نہ ملے گی، پھر بائیں طرف

Idara Ghufran

سے عذاب آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہ ملے گی پھر پاؤں کی طرف سے عذاب آتا ہے تو خیر اور بھلائی کے جو کام لوگوں کے ساتھ کئے تھے مثلاً صدقہ وغیرہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جگہ نہ ملے گی (ترغیب وترہیب از طبرانی، ابن حبان)

تشریح: مذکورہ حدیث شریف سے اصولی طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ نیک اعمال مثلاً صدقہ وخیرات اور لوگوں کے ساتھ بھلائی وغیرہ جیسے اچھے اعمال کی برکت سے انسان عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔

عذابِ قبر سے حفاظت کے لئے سب سے پہلے تو اس بات کی ضرورت ہے کہ جن گناہوں پر عذابِ قبر کا ہونا احادیث میں بتلایا گیا ہے خصوصاً ان گناہوں سے اور عموماً تمام گناہوں سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ اولاً تو گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش ضروری ہے لیکن کوشش کے باوجود کبھی بشری تقاضے کے تحت کوئی لغزش اور گناہ ہو جائے تو فوراً سچے دل سے توبہ واستغفار کر کے اس گناہ کو معاف کرایا جائے، یاد رہے کہ سچی توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ جس کوتاہی کی تلافی ممکن ہو اس کی تلافی بھی کی جائے، خواہ وہ حق اللہ ہو جیسے نماز، روزہ وغیرہ چھوڑ دیا تو اس کی قضا ضروری ہے، یا حق العبد ہو جیسے کسی کا مال ناجائز طریقے سے لیا ہو تو اس کو واپس کرنا یا اس سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

دوسرا کام عذابِ قبر سے حفاظت اور نجات کے لئے یہ کیا جائے کہ جن اعمال کی برکت سے عذابِ قبر سے حفاظت کا احادیث میں ذکر آیا ہے، ان اعمال کا اہتمام کیا جائے، چند اعمال کا ذکر تو اصولی درجہ میں مندرجہ بالا حدیث میں موجود ہے، ان کے علاوہ بھی کئی اعمال ایسے ہیں جن کو مختلف احادیث وروایات میں عذابِ قبر وغیرہ سے نجات کا ذریعہ بتایا گیا ہے، جن کا ذیل میں مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

✪ ......سورۂ ملک اور سورۂ الٓمٓ کا پڑھنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعض صحابہ نے ایک قبر کے اوپر خیمہ لگالیا اور ان کو پتہ نہ تھا کہ یہاں قبر ہے (شاید قبر کا واضح نشان نہ ہوگا، یا نشان مٹ گیا ہوگا) اچانک معلوم ہوتا ہے کہ اس قبر سے ایک انسان کے تلاوت کرنیکی آواز آرہی ہے، جو سورۂ **تبارک الذی بیدہ الملک** پڑھ رہا ہے، یہاں تک کہ اس نے پوری سورت ختم کردی، یہ واقعہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت عذاب کو روکنے والی ہے، یہ سورت نجات دلانے والی ہے یعنی انسان کو عذابِ قبر سے بچاتی ہے (سنن ترمذی، ابواب فضائل القرآن، ج ۲ باب

ماجاء فی سورۃ الملک)

بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں پر برزخ وقبر کے حالات کسی مصلحت کی وجہ سے ظاہر فرما دیتے ہیں، ورنہ عام ضابطہ کے تحت یہ حالات انسانوں سے مخفی رکھے جاتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ ملک (جو انتیسویں پارے کی پہلی سورت ہے) کی تلاوت کا معمول رکھنے کی برکت سے انسان عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت خالد بن معدان (جو بہت بڑے تابعی ہیں) سورۂ ملک اور سورۂ آلٓمٓ سجدہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے کے لئے قبر میں اللہ تعالیٰ سے عذر ومعذرت کریں گی، اور دونوں میں سے ہر ایک کہے گی کہ ''اے اللہ اگر میں تیری کتاب میں نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا دے یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ پروں کی طرح اپنے پڑھنے والے پر پَر پھیلا دیں گی اور اسے عذابِ قبر سے بچالیں گی (مشکوٰۃ ص ۱۸۹ از دارمی)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ان دونوں سورتوں کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۸۸ از ترمذی وغیرہ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں سورتوں کو عذابِ قبر سے نجات دلوانے میں بڑا دخل ہے، لہٰذا عذابِ قبر کا سبب بننے والی بداعمالیوں سے بچتے اور دین کے دوسرے ضروری احکام پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اگر ان دونوں سورتوں کی تلاوت کا معمول رکھا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عذابِ قبر سے حفاظت رہے گی۔

✪...... جہاد، رباط اور شہادت:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو دشمن کے مدِّ مقابل ہوا اور پھر ثابت قدم رہا یہاں تک کہ یا شہید ہو گیا یا (دشمن کے مقابلے میں) غالب آ گیا تو قبر کے اندر فتنہ میں نہ ڈالا جائے گا (شرح الصدور ص ۱۶۳ از نسائی والطبرانی)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ میدانِ جہاد میں ثابت قدم رہنا بھی عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے

راستہ میں اسلامی ملک کی حفاظت کے لئے سرحد پر ایک دن اور ایک رات گزارنا ایک مہینہ کے (نفلی) روزے رکھنے اور راتوں رات (نفلی) نماز میں ایک ماہ تک کھڑے رہنے سے بہتر ہے، اور یہ حفاظت کرنے والا اگر (اسی حالت میں) مرگیا تو جو عمل وہ کرتا تھا اس کا ثواب اس کے لئے برابر (قیامت تک) جاری رکھا جائے گا، اور اس کی روزی بھی جاری رہے گی (جو شہیدوں کے لئے جاری رہتی ہے) اور قبر میں فتنہ ڈالنے والوں سے امن میں رہے گا (مشکوٰۃ ص۳۲۹ از صحیح مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رباط (یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت) کا عمل بھی عذابِ قبر سے حفاظت میں مؤثر ہے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس شہید کے چھ انعام ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ وہ قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے (مشکوٰۃ ص۳۳۳ از ترمذی و ابن ماجہ)

✪......وضو:

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے (پھر ایک طویل خواب اور اس میں مختلف افراد کو مختلف حالات میں دیکھنا ذکر فرمایا) اس موقعہ پر آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو اس حال میں دیکھا کہ اسے عذابِ قبر ہونے لگا تو اس کے وضو نے آکر اسے بچا لیا (طبرانی کبیر، نوادر الاصول للحکیم الترمذی، اصبہانی وغیرہ بحوالہ شرح الصدور للسیوطی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کی برکت سے بھی عذابِ قبر سے حفاظت ہوتی ہے، اس لئے سنن و آداب کی رعایت کرتے ہوئے وضو کا اہتمام کرنا چاہئے، اور جتنا ہو سکے باوضو رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

✪......علمِ دین:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب عالمِ (دین) فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے علم کی ایک خوبصورت شکل بنا دیتا ہے، جو قبر میں قیامت تک اس کا مونس، ہمدرد اور ساتھی رہتا ہے، اور اسی علم کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس عالم سے قبر کے کیڑوں مکوڑوں کو دور کرتا ہے (دیلمی بحوالہ شرح انواع ج ۱ ص ۲۴۷)

معلوم ہوا کہ علمِ دین کی برکت سے انسان عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور قبر کی وحشت بھی نہیں ہوتی، اس حدیث سے علمائے دین کی فضیلت معلوم ہوئی۔

✪...... مسجد میں روشنی اور خوشبو کرنا:

ابوالفضل طوسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں روشنی کرے اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں روشنی کرے گا، اور جو شخص مسجد میں خوشبو لگائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں جنت سے خوشبو کرے گا (بحوالہ شرح انواع ج ا ص ۲۴۹)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں روشنی اور خوشبو کا انتظام کرنے سے انسان کی قبر روشن اور خوشبودار ہوگی، روشنی سے مراد بقدرِ ضرورت روشنی ہے، جو آنے، جانے، نماز و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہونے والوں کے لئے آسانی اور راحت کا باعث ہو، لیکن ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا (جیسا کہ آج کل رواج ہے) اور مساجد میں چراغاں وغیرہ کرنا (جیسا کہ بعض مواقع پر مساجد میں ہوتا ہے) یہ اس فضیلت میں داخل نہیں، بلکہ خود یہ چیزیں فضول خرچی اور دین پر زیادتی میں داخل اور گناہ ہیں۔

مذکورہ اعمال تو اختیاری ہیں یعنی ان کو انسان اپنے ارادہ واختیار سے کر سکتا ہے، لیکن کچھ حالات ایسے ہیں جو غیر اختیاری طور پر انسان کو پیش آجاتے ہیں، ان کی برکت سے بھی انسان عذابِ قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھتا ہے (مشکوٰۃ ص ۱۲۱ از احمد والترمذی)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن وفات پا گیا وہ عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے (شرح الصدور ص ۱۸۱ از ابی یعلیٰ)

اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ جو شخص ماہِ رمضان میں مرے گا وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا (ابو یعلیٰ بحوالہ شرح الصدور للسیوطی)

اور بعض روایات میں ہے کہ رمضان کے مہینے میں مُردوں سے عذابِ قبر اٹھا لیا جاتا ہے۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں تو فاسق وفاجر، سود خور، شرابی اور بدکار بھی مرتے ہیں تو کیا ان سے بھی قبر و برزخ کا عذاب اٹھا لیا جاتا ہے؟ اس کے علماء نے کئی جوابات دیئے ہیں (ا) رمضان میں

موت سے صرف قبر کا عذاب معاف ہے، آخرت کا عذاب معاف نہیں اور اصل عذاب آخرت ہی کا ہے، لہٰذا جو شخص صرف برزخ وقبر کے عذاب سے محفوظ ہو گیا لیکن آخرت کے عذاب سے حفاظت نہ ہوئی تو یہ حقیقی کامیابی نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے قبر و برزخ والے عذاب کی کسر آخرت کے عذاب میں پوری ہوجائے، اس لئے حشر کے میدان میں دوسرے لوگوں کی طرح ان کا بھی حساب کتاب ہوگا، اور اعمال کے مطابق ان کے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کیا جائیگا (۲) دوسری احادیث کے پیش نظر اس جگہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی قید لگائی جائے گی اور مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بھی بچا ہو یا مرنے سے پہلے ان گناہوں سے سچی توبہ کرلی ہو (کذا فی احسن الفتاوٰی ج ۴) یہاں یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آج کل بہت سے لوگ کفریہ اور شرکیہ حرکات (مثلاً کسی شریعت کے قطعی اور حتمی حکم کا انکار کرنا، یا شریعت کے کسی حکم کی توہین کرنا یا کسی قطعی حرام چیز کو حلال سمجھنا وغیرہ) کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں، اگر وہ اسی حال میں فوت ہوجائیں تو ان کو ہمیشہ کے لئے برزخ کے عذاب سے نجات نہیں ہوتی۔

اس لئے فقط کسی کی موت جمعہ یا رمضان میں ہونے سے اس کے جنتی اور مقبول ہونے کا یقین کرلینا اور اس کے زندگی بھر کے گناہوں کو بھی جائز یا اچھا خیال کرلینا ہرگز درست نہیں۔

خلاصہ یہ کہ عذابِ قبر سے نجات وحفاظت کے لئے چند امور اختیار کرنے کی ضرورت ہے:

(۱)......شریعت کے تمام ضروری احکام (فرائض وواجبات وغیرہ) پر ٹھیک طرح سے عمل کرتے رہنا۔

(۲)...... ہر قسم کے گناہوں سے عموماً اور عذابِ قبر کا سبب بننے والے گناہوں سے خصوصاً پرہیز کرنا اور جب کوئی گناہ ہوجائے تو سچے دل سے اُس پر استغفار کرنا۔

(۳)......عذابِ قبر سے نجات دینے والے نیک اعمال اپنی ہمت اور سہولت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختیار کرنا۔

(۴)......اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی عذابِ قبر سے حفاظت فرمائیں۔ آمین۔ واللہ الموفق

Idara Ghufran

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

ربیعُ الاول مروّجہ رسموں کے تناظر میں

یہ عجیب اتفاق ہے کہ آقائے نامدار، تاجدارِ مصطفےٰ، حضرت محمد ﷺ کی ولادت اور وصال دونوں ہی ''ربیع الاول'' کے مہینے سے منسوب ہیں، مگر یہ اتفاق ہمارے اعتبار سے تو ہوسکتا ہے، لیکن اللہ رب العزت کا ہر فیصلہ اور ہر حکم کسی نہ کسی حکمت و مصلحت کے ساتھ اور ایک منظّم ضابطہ کے تحت وجود میں آتا ہے، لہٰذا خالقِ کائنات کے اعتبار سے یہ کوئی اتفاقی حادثہ یا واقعہ نہیں بلکہ اس محکم و مضبوط نظام کا حصہ ہے، جو خالقِ کائنات کی قدرت سے تشکیل و ترتیب دیا گیا ہے۔

اب اپنے اس نظام کی ترتیب و تشکیل کے ہر ہر جز کے نکات اور اِن کی اصل حکمتیں تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، لیکن ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں، کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت جہاں ایک عظیم الشان اور غیر معمولی واقعہ ہے، اسی طرح سے آپ ﷺ کا وِصالِ مبارک بھی غیر معمولی واقعہ ہے، دونوں کی اہمیت اپنے اپنے اعتبار سے یکساں اور مسلم ہے، نہ تو صرف حضور ﷺ کی ولادت مقصودِ اصلی ہے اور نہ آپ کا وِصال مقصودِ اصلی ہے، اصل چیز آپ ﷺ کی آمد اور بعثت کا مقصد ہے، اور وہ آپ ﷺ کی ولادت اور وصال کے درمیان ہے (یعنی آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اطاعتِ کاملہ)

بعض لوگ آپ ﷺ کی ولادت کو مقصود بنا کر بس ولادت ہی ولادت تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں، اور آپ ﷺ کی ولادت سے جو مقصود تھا اس کو نظر انداز کردیتے ہیں، ایک طرف تو اس میں ان کی اصلاح کا سامان ہے، اور اگر کوئی حضور ﷺ کے وصال کے غم کو لے کر بیٹھ جائے، اور اس سے آگے نہ بڑھے، اس کی اصلاح کا سامان بھی ہے، کہ ایک ہی مہینہ اور ایک ہی زمانہ دونوں چیزوں کو اپنی حدود میں رکھنے کا درس دیتا ہے (ربیع الاول کا مہینہ اگر ایک طرف آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی یاد دلاتا ہے تو ساتھ ہی یہ مہینہ آپ ﷺ کے وِصال کا غم بھی یاد دلاتا ہے، خوشی بھی اعتدال پر رہنی چاہیے اور غمی بھی اعتدال پر رہنی چاہیے، اگر خوشی اعتدال سے بڑھ جائے تو وِصال کی غمی کو یاد کر کے اس کا علاج کیا جائے اور اگر وِصال کی غمی اعتدال سے بڑھ جائے تو ولادت کی خوشی کو یاد کر کے اس کا علاج کیا جائے)

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت اور وصال مبارک کا ایک مہینہ میں جمع ہونا انسانیت کو یہ سبق دیتا ہے کہ وہ

دنیوی زندگی کو اصل زندگی اور دنیوی حیات کو اصل حیات نہ سمجھ لیں، بلکہ دنیوی زندگی کو عارضی زندگی اور اس حیات کو عارضی حیات سمجھیں (اور دنیوی حیات کے عرصہ کو بہت مختصر سمجھیں، ولادت کے ساتھ وفات کے منتظر رہیں)

......ربیع الاول کی چند رسمیں

ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو ہمارے معاشرے میں کچھ عجیب وغریب چیزیں شروع ہو جاتی ہیں، جن کی نہ تو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے کوئی صحیح نسبت ہوتی اور نہ آپ ﷺ کے وصالِ مبارک سے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کے بعد نہ تو حضور ﷺ نے بنفسِ نفیس ان چیزوں کا اہتمام فرمایا اور نہ ہی کسی صحابی یا امتی کو اس کا حکم فرمایا، اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد نہ تو کسی صحابی نے ان چیزوں کا اہتمام فرمایا اور نہ آنے والی امت کے کسی فرد کو ان چیزوں کی تلقین فرمائی، لیکن آج ہمارے زمانے میں ان چیزوں ہی کو آپ ﷺ سے تعلق اور نسبت کی گویا نشانی اور علامت سمجھ لیا گیا ہے، یہاں مختصراً اور فرداً فرداً اسی قسم کی مروجہ چند چیزوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

......۱۲ ربیع الاول کا روزہ

بعض لوگ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی اور شکرانے میں ۱۲ ربیع الاول کا روزہ رکھتے ہیں اور اس کو بہت فضیلت واہمیت کا باعث سمجھتے ہیں اول تو خاص ۱۲ ربیع الاول کو روزہ رکھنا حضور ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام سے ثابت نہیں، اور فقہائے کرام علیہ الرحمۃ سے بھی اس تاریخ کے روزہ کی کوئی فضیلت واہمیت منقول نہیں، جبکہ فقہائے کرام نے تفصیل کے ساتھ فرض، واجب، سنت ومستحب روزوں کا ذکر کر دیا ہے، ان روزوں میں کہیں بھی ۱۲ ربیع الاول کے روزہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا، دوسرے خود حضور ﷺ کی تاریخِ ولادت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، ۱۲ تاریخ کوئی حتمی اور یقینی تاریخ نہیں، لہٰذا اس تاریخ میں کوئی روزہ رکھنے کا اہتمام اور اسکی فضیلت کا دعویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی معقول دلیل نہیں۔

البتہ آپ ﷺ سے پیر کے روز ولادت کا دن ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا منقول ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ثبوت پیر کے دن کے حوالہ سے ہے نہ کہ ۱۲ ربیع الاول کے حوالہ سے، اور پیر کا دن اور ۱۲ ربیع الاول دو الگ الگ اوقات ہیں، پیر کا دن تو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ آتا ہے اور ۱۲ ربیع الاول سال میں ایک مرتبہ، نیز ۱۲ ربیع الاول کو ہمیشہ پیر کا دن واقع نہیں ہوتا، اور اگر کبھی واقع ہو بھی جائے تو یہ ایک اتفاقی واقعہ ہوگا۔

......۱۲ ربیع الاول کو قرآن خوانی

بعض لوگ ۱۲ ربیع الاول کو اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں، کچھ لوگوں کو دعوت دے کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور پھر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب حضور ﷺ کی روح کو پہنچاتے ہیں اس کے بعد کھانے پینے کا اہتمام وانتظام کرتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی خاطر قرآن مجید پڑھنے کے لئے لوگوں کو جمع کرنا ''تداعی'' میں داخل ہے جو کہ شرعاً بدعت ومکروہ ہے (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۶۰۶)

اور حضور ﷺ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی تخصیص وتعیین بھی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت پر زیادتی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ شرعی دلائل سے اس کا ثبوت نہیں، اور پھر اوپر سے قرآن مجید کی تلاوت کے بعد آج کل کے مروجہ طریقے پر کھانے پینے کا اہتمام اس کی برائی اور قباحت کو مزید بڑھا دیتا ہے، لہٰذا ۱۲ ربیع الاول کو حضور ﷺ یا کسی اور کے نام کی قرآن خوانی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

......۱۲ ربیع الاول کے کھانے اور سبیلیں

بعض لوگ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی اور شکرانے یا آپ ﷺ کے ایصالِ ثواب کے طور پر ۱۲ ربیع الاول کو کھانے پکا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں، گلی، محلوں میں سبیلیں لگا کر پانی اور شربت پلاتے ہیں، ان دونوں چیزوں کا بھی ۱۲ ربیع الاول سے کوئی شرعی تعلق اور واسطہ نہیں، اور ان چیزوں کو ۱۲ ربیع الاول کو انجام دینا کئی وجوہات کی بناء پر درست نہیں۔

جہاں تک آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی یا آپ ﷺ کا ایصالِ ثواب کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے ساری زندگی اور سارا سال موجود ہے، شرعی اصول وقواعد کے مطابق ایصالِ ثواب بھی کرنا چاہئے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوش بھی ہونا چاہئے، جو ایک صحیح مسلمان کے دل میں ہوتی اور اس کے اعمال سے آپ ﷺ کی اتباع واطاعت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

......جشنِ میلاد النبی

ربیع الاول کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، پورے ملک میں ۱۲ ربیع الاول کے دن ''میلاد'' اور ''جشن'' منانے ''جلسے، جلوس''، منعقد کرنے کی تیاریاں چل رہی ہیں۔

✪ ڈھول اور تھاپ کے ساتھ جھوم جھوم کر چندہ کرنے والوں کا گروہ بازار میں نکل پڑا ہے، سبز چوغے پہن کر چمٹا بجا کر دوکانداروں سے ''حضورﷺ'' کے نام پر رقم جمع کی جا رہی ہے، اس رقم کو جمع کر کے شام ہونے سے پہلے آپس میں بانٹ کر کھا لیا جائے گا، حضورﷺ کے مبارک نام پر جمع کی ہوئی اس رقم سے کچھ لوگ سگریٹ اور بھنگ و چرس نوشی کا شوق پورا کریں گے، تو کچھ لوگ اپنی دوسری عیاشیوں کے مزے لوٹیں گے ✪ بڑی بڑی عمارتوں پر چراغاں اور جشن کا سماں ہے ✪ گلی محلوں میں بڑے بڑے دروازے بنا کر سجا دیئے گئے ہیں، مختلف قسم کے بینر آویزاں ہیں جن میں مختلف قسم کے دعوے والے فقرے دیدہ زیب انداز میں لکھے گئے ہیں، کوئی انجمن عاشقانِ رسول کے نام سے کوئی غلامانِ رسول کے نام سے، کوئی سرفروشانِ اسلام کے نام سے، کوئی غلامانِ مصطفیٰ کے نام سے، کوئی فدایانِ مصطفیٰ کے نام سے، کہیں جشنِ چراغاں کے جملے لکھے ہوئے ہیں، کہیں پر دل مدینہ یا رسول اللہ لکھا ہوا ہے، کوئی کہہ رہا ہے کہ حضورﷺ کی شادی ہے، کوئی کہہ رہا ہے کہ براق کی سواری کی آمد ہے ✪ صدر اور وزیر اعظم ہاؤس تک کو لائٹنگ کر کے دلہن بنا دیا گیا ہے ✪ گلیوں، محلوں میں چھوٹے چھوٹے بچے جھنڈے ہاتھوں میں اٹھائے سامنے کھڑے ہو کر چلتی گاڑیوں کو روک رہے ہیں اور زور زبردستی کر کے چندے مانگ رہے ہیں، گھروں پر دستکیں دے کر دو دو چار چار روپے کی التجا کی جا رہی ہے ✪ شام کے وقت بچوں اور نوجوانوں کے ٹولے گلی محلوں میں اجتماعی آواز کے ساتھ نعروں اور نعتوں کو گانے کے طرز پر گاتے پھر رہے ہیں ✪ ۱۲ ربیع الاول کی تیاریوں اور جشنِ ربیع الاول کے جلوسوں کے لئے گاڑیاں اور لاؤڈ سپیکر بک ہونا شروع ہو گئے ہیں ✪ بھانڈ اور گویئے بھی بھرپور تیاریوں میں مصروف ہیں ✪ بازاروں میں مصنوعی بیت اللہ اور روضۂ اقدس کے ماڈل فروخت ہونا شروع ہو گئے ہیں ✪ پھول پتیاں لگائی جا رہی ہیں ✪ رات بھر جاگ جاگ کر ۱۲ ربیع الاول کے لئے نعتوں کی تیاریاں گانوں کی کیسٹیں چلا کر ان کے ساتھ آواز ملا کر ہو رہی ہیں ✪ کئی مساجد میں روزمرہ رات کو مشقی پروگرام ہو رہے ہیں ✪ راستوں اور گلیوں میں اسٹیج لگنا شروع ہو گئے ہیں ✪ سبیلوں کے لئے جگہیں متعین ہو گئی ہیں ✪ نعت گوئی کے دوران مقابلہ بازی میں جیتنے والوں کے لئے قرآن پاک کے تحفوں، مختلف کتابوں اور کپوں کے ڈھیر لگائے گئے ہیں ✪ مختلف پمفلٹ لکھوا کر اور تحریر و تقریر کے ذریعہ سے میلاد النبی کے جلوس کے استقبال کی عورتوں مَردوں کو فضیلتیں بتلائی جا رہی ہیں، قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ کا حوالہ دے کر میلاد النبی کے جلسے جلوسوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی

ہے ✪ دیگیں اور نائی کھانا پکانے کے لئے طے ہو چکے ہیں ✪ پلاؤ، بریانی کے لئے چاول خرید کر رکھ لئے گئے ہیں ✪ مرغی فروشوں اور گوشت فروشوں سے سودا مکمل ہو چکا ہے، اور ایڈوانس ادائیگی ہو چکی ہے۔

یہ ساری تیاریاں تو اپنی جگہ ہیں لیکن حضور ﷺ کی ولادت اور بعثت کے مقصود کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے۔ ایک طرف تو میلاد النبی کے نام پر یہ ولولہ اور جوش و خروش دیکھئے، اور دوسری طرف ان چیزوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں کے اعمال کا جائزہ لیجئے، اور پھر حضور ﷺ کی سیرت اور کردار سے موازنہ کیجئے۔ اور اسی کے ساتھ چودہ سو سال بعد کے ربیع الاول کا حضور ﷺ اور صحابۂ کرام کے زمانے کے ربیع الاول سے مقابلہ کیجئے، تو نتیجہ تک پہنچنے میں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

پردہ کی شکل میں بے پردگی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَايُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ“ (سورہ نور آیت ۳۱)

یعنی عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے پاؤں اتنی زور سے (زمین پر) نہ رکھیں جس سے ان کی مخفی زینت مَردوں پر ظاہر ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنی مخفی زینت کا کسی ذریعہ سے بھی اظہار کرنا جائز نہیں، پاؤں زمین پر اس طرح مارنا کہ مردوں کے میلان کا باعث بنے، اور اسی طرح زیور کے اندر کوئی چیز ایسی ڈلوائی جائے جس سے بجنے کی آواز نکلے، یا ایک زیور دوسرے سے ٹکرا کر بجے، اور نامحرم اس آواز کو سنیں، یہ سب چیزیں اس آیت کی روشنی میں ناجائز اور گناہ ہیں، اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلاضرورت عورت کا اپنی آواز نامحروں تک پہنچانا بھی منع ہے، کیونکہ عورت کی آواز میں بھی ایک طرح کی زینت ہوتی ہے اور زینت کا نامحرم کے سامنے اظہار منع ہے، اسی طرح خوشبو لگا کر یا مزین چادر یا مزین برقع پہن کر باہر نکلنا بھی ممنوع ہے، افسوس کہ آجکل عام طور پر مسلمان خواتین ان گناہوں میں کثرت سے مبتلا ہیں، چنانچہ بجنے والا زیور عام ہے، چوڑیوں، پازیبوں کی جھنکار نامحرموں کے کانوں تک پہنچانے کا سلسلہ بھی عام ہے، اس طرح کے جوتوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جن کو پہن کر چلنے سے مخصوص آواز پیدا ہوتی ہے اور نامحرموں کی توجہ کا باعث ہوتی ہے، اور مزین چادریں اور برقعے پہننے اور خوشبو لگا کر خواتین کے باہر نکلنے کی وبا بھی ترقی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ خواتین کی ان گناہوں سے حفاظت فرمائیں۔

مقالات و مضامین مفتی محمد رضوان

ٹیلیویژن کے مروّجہ پروگراموں کے مفاسد (دوسری وآخری قسط)

(۴)......بدنظری کا گناہ

نامحرم عورت یا مرد کو بلا کسی شدید شرعی ضرورت کے دیکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں، بے راہ روی کی پہلی بنیاد نامحرموں کو دیکھنا ہے جس انسان کو نت نئی عورتوں کو مختلف انداز میں دیکھنے کی چاٹ لگ جاتی ہے وہ انسان رفتہ رفتہ تباہی کے راستہ پر نکل جاتا ہے۔ چند احادیث و روایات ملاحظہ ہوں:

✪ نامحرم پر نظر ڈالنا شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے (طبرانی مستدرک حاکم) ✪ نامحرم مرد یا عورت کو دیکھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے (بیہقی، مشکوٰۃ) ✪ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرماتے ہیں جو نامحرموں کو دیکھے اور جو نامحرموں کے سامنے اپنی نمائش کرے (ابن عساکر) ✪ جو شخص کسی عورت کے محاسن پر شہوت سے نظر ڈالے قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا (الزواجر) ✪ جو شخص نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت نہیں رکھتا اس کا چہرہ بے رونق کر دیا جاتا ہے (طبرانی) ✪ نامحرم مرد یا عورت کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے (مشکوٰۃ)

یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے کہ نامحرم کو خواہ براہ راست اور بالمشافہ دیکھا جائے یا اس کا عکس دیکھا جائے یا تصویر دیکھی جائے بہرحال ممانعت اور گناہ ہر صورت میں موجود ہے بلکہ آج کے مروجہ ٹی وی پروگراموں میں نامحرم کو دیکھنا بالمشافہ اور براہ راست دیکھنے سے کئی گُنا زیادہ نقصان دہ اور گناہ ہے کیونکہ ٹی وی سکرین پر آنے والے انسان کا (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) ✪ پہلے باقاعدہ ایک خاص میک اپ کرایا جاتا ہے ✪ اور لباس وغیرہ میں بھی اس درجہ تکلف و بناوٹ سے کام لیا جاتا ہے کہ دوسرے حالات و مواقع پر شاید نہ اس کی نوبت آتی ہو ✪ کیمرے کی صفائی سے خوبصورتی اور حسن دوبالا کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی جاتی ہے ✪ شہوت پیدا کرنے والے اعضاء کو زیادہ نمایاں اور قریب تر کر کے پیش کیا جاتا ہے ✪ پروگراموں میں حصہ لینے والے نوجوان لڑکوں لڑکیوں میں ترجیح خوبصورت چہروں کو دی جاتی ہے اور ان ہی کا عموماً انتخاب کیا جاتا ہے ✪ ٹی وی سکرین پر آنے والے جان بوجھ کر ایسی حرکات کرتے ہیں

جس سے دیکھنے والے متوجہ ہوں اوران کی شہوت ابھرے، بلکہ پہلے اس قسم کی حرکات کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے اور مشق کرائی جاتی ہے ✪ ٹی وی سکرین پر نامحرم کو دیکھنے والا انسان بلاخوف وخطر اور کسی ملامت کے خوب جی بھر کر دیکھتا اور لطف اندوز ہوتا ہے، نہ اس کی طرف سے کسی قسم کا ڈر ہوتا ہے جس کو دیکھ رہا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کی طرف سے ✪ ایک ہی چہرے اور جسم کے محاسن کو مختلف شہوت انگیز انداز میں بار بار اور مسلسل دیکھتے رہنے سے انسانی جذبات میں اس قسم کا ہیجان پیدا ہوجاتا ہے کہ ایک مدت گزرنے کے بعد بھی اس کا اثر ختم نہیں ہوتا، ہر وقت تصور وخیال اور سوچ وفکر میں وہی نقشہ سوار رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں بالمشافہ اور براہ راست دیکھنے میں بہت کم میسر آتی ہیں۔

(۵)......اعضاءِ مستورہ کو دیکھنے کا گناہ

ٹی وی پر نظر آنے والے مردوعورت کے اعضاءِ مستورہ کی نمائش بھی آج کے دور میں عروج پر ہے، عورتیں عموماً ننگے سر ہوتی ہیں اگر کبھی دوپٹہ سر پر رکھ بھی لیا جاتا ہے تو بھی برائے نام ہی ہوتا ہے مکمل سر نہیں ڈھانپا جاتا یا وہ دوپٹہ ہی اتنا باریک ہوتا ہے کہ اندر کا حصہ صاف نظر آرہا ہوتا ہے، علاوہ ازیں باقی لباس میں بھی کبھی بازو کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی شانیں کھلے رہتے ہیں کبھی گریبان کشادہ ہوتا ہے اور کبھی سینہ عریاں ہوتا ہے، کبھی پیٹ کو ننگا کر دیا جاتا ہے اور کبھی پنڈلیوں کی نمائش کی جاتی ہے، غرضیکہ لباس کا نام ہی نام ہوتا ہے کیونکہ کبھی تو اسے بہت کم کر دیا جاتا ہے یا بہت تنگ، کھلاڑی، تیراک اور ریسلر (Wrestler) بھی نیم برہنہ ہوتے ہیں، اور حدیث کی رو سے ایسا لباس پہننا ننگے رہنے کے درجے میں شمار کیا گیا ہے (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''میں آسمان سے گر کر دو ٹکڑے ہو جاؤں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں کسی کا ستر دیکھوں یا کوئی میرا ستر دیکھے'' (مبسوط سرخسی) ایک حدیث میں ہے کہ ''کوئی مرد کے ستر پر نظر نہ ڈالے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ستر پر نظر ڈالے'' (مسلم)

عریانیت اور ننگے پن کو اسلام میں اس قدر ناپسند کیا گیا ہے کہ خاص ضرورت مثلاً پیشاب پاخانہ اور مجامعت (صحبت) کے وقت بھی یہ تعلیم دی گئی اور ادب بتایا گیا ہے کہ صرف بقدرِ ضرورت پر اکتفا کیا جائے۔

(۶)......عورت کی آواز کا فتنہ

ٹی وی پروگراموں پر عورتوں کی آواز بھی فتنہ سے خالی نہیں ہوتی، اولاً تو بلاضرورت عورت کا اپنی آواز

نامحرموں کو سنانا اسلام میں پسندیدہ عمل شمار نہیں کیا گیا اور عورتوں کے پردہ سے متعلق آواز اور کلام پر بھی پابندی عائد کی گئی ہے اسی لئے عورت کو اذان دینا اور حج میں زور سے تلبیہ پڑھنا ممنوع ہے اور تمام عبادات اور احکام میں اس کی رعایت کی گئی کہ عورتوں کا کلام جہری (بلند) نہ ہو جو مرد سنیں اور اگر کسی غیر محرم سے پردہ کے پیچھے سے بات کرنے کی ضرورت بھی پیش آجائے تو حکم دیا گیا ''فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ '' (الاحزاب) کہ کلام اور بات میں اُس نزاکت اور لطافت (نرمی) کے لہجہ سے بھی بتکلف پرہیز کیا جائے جو فطرتاً عورتوں کی آواز میں ہوتی ہے۔

اس نزاکت اور لطافت سے وہ نرمی مراد ہے جو سننے والے کے دل میں میلان پیدا کرے، لیکن ٹی وی پر آنے والی خواتین کی آواز میں یہ تمام شرائط موجود نہیں ہوتیں۔

گانے کی آواز ہو یا غیر گانے کی بہر حال اس قسم کا تکلف اور بناوٹ پیدا کیا جاتا ہے بلکہ اس کی مشق اور تعلیم دی جاتی ہے جس سے سننے والے کے دل میں میلان اور فتنہ پیدا ہوتا ہے اور اس طرح سننے والا کانوں کے زناء میں مبتلاء ہو جاتا ہے، خوب سمجھ لیجئے! قیامت کے دن کانوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

(۷)......تصویر کی لعنت

ٹی وی پروگراموں میں جاندار کی ایسی تصاویر بھی آتی ہیں جو شرعی طور پر تصویر کا حکم رکھتی ہیں جبکہ...... تصویر رحمتِ الٰہیہ سے دوری کا سبب ہے (بخاری) تصویر صفت تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے (بخاری) تصویر قیامت کے دن شدید عذاب کا باعث ہوگی (بخاری) جس گھر میں تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے (بخاری) اور جب رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوں گے تو لعنت کے فرشتے داخل ہوں گے پس جو گھر رحمت کے فرشتوں کے داخلہ سے محروم رہ گیا پھر اس گھر میں خیر و برکت چین وسکون اور اعمال کی قبولیت کہاں سے آئے گی۔

(۸)......دل میں کدورت کا چھا جانا

گناہوں کی نحوست سے انسان کے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے آج کا ٹی وی جو اتنے گناہوں کا مجموعہ ہے اس کا اثر بھی دیکھنے والوں پر یہی ہوتا ہے کہ دل میں گناہوں کا تقاضا اور الفت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہ کی برائی وشناعت نکل جاتی ہے، دل میں ظلمت، بغض، بدن میں سستی، رزق میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے (جس کا مشاہدہ تھوڑے سے غور وفکر کے ساتھ آسانی سے کیا جاسکتا ہے)

Iqra Ghufran

(۹)......جسمانی صحت کا نقصان

ڈاکٹرز (جس میں بہت سے غیر مسلم بھی شامل ہیں) کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ٹی وی کے شائقین کی دماغی صلاحتیں کمزور ہوجاتی ہیں اور بینائی پر بھی بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس قسم کے بیشمار واقعات اب تک سامنے آچکے ہیں۔

(۱۰)......مال کی اضاعت

ٹی وی کی خرید، اس کی مرمت اور بجلی کے اخراجات میں کافی مال صرف ہوتا ہے۔ جب آج ٹی وی کے پروگرام اتنے سارے گناہوں کا پشتارہ ہیں تو ان کی خاطر مال صرف کرنا شرعاً فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہے جس کو قرآن مجید میں اسراف اور تبذیر کہا گیا ہے۔ ’’اَنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْن ‘‘فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں’’ وَلَا تُسْرِفُوْا ط اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ‘‘تم فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔

ٹی وی کے مروجہ دینی پروگراموں کی حیثیت

آج کل کچھ دیندار لوگ ٹی وی پر آنے والے نام نہاد دینی پروگراموں سے کافی حد تک متأثر ہیں، اور ان پروگراموں کو ٹی وی کے جواز کی بنیاد سمجھ رہے ہیں، مگر یاد رکھیئے کہ اولاً تو یہ صرف ایک نفس وشیطان کی طرف سے بہانہ ہے، ورنہ اندر کی بات یہ ہے کہ دوسرے پروگراموں سے ہی نفس کو زیادہ دلچسپی اور توجہ ہوتی ہے، دوسرے ٹیلیویژن پر دین کے نام سے آنے والے اکثر وبیشتر پروگرام بھی صرف برائے نام ہی دینی ہیں، حقیقی معنیٰ میں دین ان کے اندر بھی نہیں ہوتا، ٹیلی ویژن کی انتظامیہ اور عملہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ دین کے معاملہ میں مخلص ہیں، سراسر حماقت ہے، دودھ کی حفاظت کا کام بلی سے نہیں لیا جاتا۔ ٹیلی ویژن کے پروگراموں کی پالیسیوں سے دین کی صحیح تبلیغ کا کسی طرح میل ہی نہیں کھاتا، کبھی دین کے نام پر آنے والے غیر مخلص، نااہل بلکہ بددین ہوتے ہیں، تو کبھی ان کو بے دست وپا اور مجبور کر کے پیش کیا جاتا ہے، ان کو ہر اچھی اور ضروری بات کی تبلیغ کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ ان کو مخصوص من پسند موضوع کا پابند کر دیا جاتا ہے، یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ مریض علاج کے لئے ڈاکٹر کو اپنی من پسند دوا کا پابند کردے، بعض اوقات پروگرام جاری کرنے سے پہلے کانٹ چھانٹ کے اس کی گت بنادی جاتی ہے۔ اس لئے ٹی وی کے مروجہ نام نہاد دینی پروگراموں کا دیکھنا بھی نقصان سے خالی نہیں۔

Iqra Ghufran

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی سعید افضل/مولوی طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ ربیع الاول ۱ھ**: میں حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، ہجرت کا واقعہ اسلامی تاریخ کا نہایت اہم باب ہے، ہجرت کے نتیجے میں مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی اور اسلام کی اشاعت کا سلسلہ تیز سے تیز تر ہوتا چلا گیا، مسلمانوں کی مغلوبیت کا خاتمہ ہوا، اسلام ایک فیصلہ کن قوت بن کر دنیا کے سامنے آیا، جس کی شہرت تھوڑے عرصہ میں آفاقِ عالم تک پھیل گئی، اسلامی قمری کیلنڈر کے آغاز کا فیصلہ اسی ہجرت کے واقعہ سے ہوا، پھر خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابۂ کرام کے اتفاق رائے سے ہجری سن کے اجراء کو باقاعدہ قانونی حیثیت دی (تاریخ ابن عساکر ج۱، ورسالہ "الشماریخ"، للسیوطی، تقویم تاریخی) ہجرت کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ رفیقِ سفر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، دو تین راتیں غارِ ثور میں قیام فرما کر پھر باقی سفر طے کیا، کفار نے تعاقب بھی کیا اور راستے میں مشکلات اور دشواریاں بھی پیش آئیں، مگر الحمدللہ بخیر وعافیت مدینہ پہنچ گئے (سیرۃ النبی ج ا ص ۱۷۰، بخاری شریف باب الہجرۃ، تقویم تاریخی ص ا) یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت ربیع الاول میں فرمائی ہے تو اسلامی سنہ کا آغاز محرم کے مہینہ سے ہونا کیسے صحیح ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار سے (جو مدینہ سے آئے تھے) بیعت عقبہ ثانیہ ماہِ ذی الحجہ ۱۳ نبوی میں کی تھی اس وقت سے حضور ﷺ کے دل میں ہجرت کا ارادہ پیدا ہوا تھا تو اس ارادہ پر سب سے پہلے جو چاند نکلا وہ محرم کا تھا، مقصد یہ کہ حضور ﷺ نے ہجرت اگرچہ ربیع الاول میں فرمائی مگر ہجرت کا ارادہ محرم کے مہینہ ہی سے تھا اس لئے اسلامی سنہ کا آغاز محرم سے ہونا صحیح ہے (ماخوذ از حاشیہ محرم کے فضائل واحکام مطبوعہ ادارہ غفران، راولپنڈی)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱ھ**: میں مسجد قبا کی تعمیر ہوئی، آپ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے تو شہر سے کچھ پہلے چند روز کیلئے ٹھہر گئے تھے مسجد تو تھی نہیں، دو تین روز گھر میں نماز پڑھتے رہے، پھر ایک جگہ منتخب فرما کر مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا۔ تعمیری کام میں بنفسِ نفیس سید الانبیاء سرورِ کائنات ﷺ شریک رہے۔ وزنی وزنی پتھر اٹھانے سے کمر مبارک خم کھانے لگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے

منع کرنے کے باوجود آپ ﷺ برابر محنت فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر میں ہمہ تن مصروف و شریکِ عمل رہے تعمیر میں پہلا پتھر آپ ﷺ نے دوسرا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تیسرا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رکھا تھا اور اسی مسجد کی شان میں آیت لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی الخ (التوبة) نازل ہوئی (واقعہ کے شانِ نزول کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر معارف القرآن ج ۴، ص ۴۵۹)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲ھ**: میں غزوہ بواط پیش آیا قریش کے تجارتی قافلے وقتاً فوقتاً مکہ سے دوسرے علاقوں میں آتے جاتے رہتے تھے اور آپ ﷺ کی منشاء مبارک تھی کہ کفار کی اقتصادی کمر توڑنے کے لئے ان قافلوں کا تعاقب کیا جائے، چنانچہ اس مرتبہ بھی صحابہ کی معیت میں مدینہ سے قافلے کے تعاقب کے لئے روانہ ہوئے، مگر آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے ہی قافلہ نکل چکا تھا (البدایہ والنہایہ ج ۳، غزوہ بواط، غزوات النبی ص ۶۱ میں مندرجہ ایک قول کے مطابق ربیع الاول میں یہ سفر ہوا)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳ھ**: میں کعب بن اشرف یہودی کا قتل ہوا، اس کا باپ عربی کافر اور ماں یہودیہ تھی، اور یہ خود شاعر تھا، یوں دو قسم کے کافروں سے دو طرفہ رشتہ داری، شاعری اور مالداری کی وجہ سے کفارِ عرب اور یہود کا سردار اور مقبول ترین شخص تھا، اسکے ساتھ بہت سے لوگوں نے جمع ہو کر حرمِ کعبہ کا پردہ تھام کر بدر کا انتقام لینے اور (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کو قتل کرنے کا معاہدہ کیا تھا، اس کے علاوہ ویسے بھی یہ شخص آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا رہتا تھا، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حکم سے اس کو قتل کیا (سیرت النبی ج ۱ ص ۲۴۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳ھ**: میں حضرت اِم کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا، اس سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت اِم کلثوم رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام دوسری بیٹی حضرت اِم کلثوم سے نکاح کرنے کا حکم لے کر نازل ہوئے اور آپ نے نکاح فرما دیا، اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے دوہری دامادی کے رشتہ کا شرف حاصل ہوا، اور اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے (البدایہ والنہایہ ج ۴، رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۱۱۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۴ھ**: میں غزوۂ بنو نضیر ہوا، یہود بنو نضیر مختلف حیلوں بہانوں سے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے درپے تھے، ایک مرتبہ بنو نضیر نے کہا کہ چند آدمی آپ لے کر آئیں اور چند علماء لے کر ہم

فلاں مقام پر جمع ہوتے ہیں، پھر آپ ہمیں اپنی دعوت پیش کیجئے گا اگر ہمارے علماء نے منظور کر لی تو ہم بھی مسلمان ہوجائیں گے ، آپ ﷺ نے منظور فرمالیا، پھر آپ کو اطلاع ہوئی کہ وہ لوگ تو آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنیکے لئے جمع ہوئے ہیں اور ساتھ کے ساتھ دیگر یہود اور منافقین سے مدد کی ساز باز بھی کر رکھی ہے، آپ ﷺ مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے، بنو نضیر کی مدد کے لئے کوئی نہیں آیا تو وہ محفوظ قلعوں میں محصور ہوگئے، بہت دن محاصرہ رہا، بالآخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ بنو نضیر مدینہ سے شہر بدر ہو جائیں (سیرت النبی ج ۱ص ۲۴۲، رحمۃ للعالمین ج ۱ص ۱۴۲، البدایہ والنہایہ ج ۴ فصل فی السرایا)

□......**ماہِ ربیع الاول ۵ ھ**: میں غزوۂ دومۃ الجندل ہوا، آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی کہ دومۃ الجندل بستی میں کفار جمع ہیں اور راہ گیروں کو لوٹتے ہیں، اور آہستہ آہستہ مدینہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، تو ایک لشکر کے ساتھ آپ ﷺ ان کی طرف روانہ ہوئے، جب انہیں اطلاع ہوئی تو وہ بھاگ نکلے، تعاقب بھی کیا گیا، مگر ایک شخص محمد بن سلمہ کے علاوہ کوئی ہاتھ نہیں آیا، محمد بن سلمہ بخوشی اسلام لے آئے (البدایہ والنہایہ ج ۴، غزوۂ دومۃ الجندل، غزوات النبی ص ۳۱۳ میں ۴ ہجری کے آخر کو ترجیح دی گئی ہے)

□......**ماہِ ربیع الاول ۶ ھ**: میں سریہ عکاشہ بن محصن پیش آیا، غمر نامی چشمے پر مشرکین نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا، آپ ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ۴۰ صحابہ کو بھیجا، کفار کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا، انہوں نے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے میں ہی عافیت دیکھی، اس طرح سرپٹ بھاگے کہ کچھ ساز و سامان بھی پیچھے چھوڑ گئے، مسلمانوں نے اسی کو غنیمت سمجھ کر مالِ غنیمت بنالیا اور اس نعمتِ غیر مترقبہ سے لدے پھندے شادکام واپس آئے (البدایہ والنہایہ ج ۴، فصل فی السرایا، غزوات النبی ج ۱ص ۱۸۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۹ ھ**: میں آپ ﷺ کے صاحبزدے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، تقریباً اٹھارہ ماہ عمر تھی، آپ پیدل بھی چلنے لگے تھے، بیمار ہوئے، آپ ﷺ نے انہیں آخری وقت میں گود میں اٹھایا تو سانس اکھڑ رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا! اے ابراہیم حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے، ہمیں تمہارا دکھ ہے، آنکھیں پُرنم ہیں اور دل غمگین، مگر اس موقعہ پر اللہ کی ناراضگی کی کوئی بات نہیں کہیں گے، اتفاقاً اس موقع پر سورج گرہن ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج چاند کسی کی موت سے نہیں گہناتے، وہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے

دونشانیاں ہیں، جب گرہن دیکھوتو نماز پڑھو، یہ آپ ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کے اس فاسد عقیدہ کی تردید کے لئے فرمائی کہ اہلِ جاہلیت چاند یا سورج گرہن ہونے کا کسی خاص شخصیت کی پیدائش یا وفات سے تعلق جوڑتے تھے، اور اتفاقاً اس وقت آپ ﷺ کے لختِ جگر کا انتقال ہوا، چنانچہ بعض لوگوں کا ذہن سابق عادت کے مطابق اس طرف گیا، آپ کے فرمانے سے اس فاسد عقیدہ کی اصلاح ہوئی (رحمۃ للعالمین ج۲ص ۱۰۵، البدایہ والنہایہ ج ۵، ذکراولا د رسول اللہ ﷺ)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۶ھ**: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام کے مشورے سے اہلِ اسلام کے لئے تاریخِ اسلامی کی تدوین کرنا چاہی، تو سب کی اتفاقی رائے سے آپ ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے سال سے تاریخِ اسلامی کا اجراء کیا گیا، البتہ بعض روایات کے پیشِ نظر سنِ ہجری کا تقرر تو حضور ﷺ کے دور میں ہی ہو چکا تھا، مگر آئینی حیثیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں دی گئی (البدایہ والنہایہ ج ۷ فی ضمن فتح قرقیسیا)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۶ھ**: میں قرقیسیا فتح ہوا، قادسیہ، مدائن، جلولاء، میں کفار پے در پے ہزیمت اٹھا کر اب ھیت نامی جگہ میں جمع ہو رہے تھے، اور ھرقل کے حکم سے مزید افواج بھی مدد کے لئے اکٹھی ہو رہی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے امیرِ لشکر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن مالک کو ھیت کی فتح کے لئے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا، اہلِ ھیت تو خندقیں کھود کر محصور ہو کر بیٹھ گئے، حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ فتح اتنی جلدی نہیں ہونے کی تو کچھ فوج یہاں چھوڑ کر باقی فوج کے ساتھ قریبی علاقے قرقیسیا کی فتح کے لئے روانہ ہوئے اور ان پر غلبہ حاصل کیا (البدایہ والنہایہ ج ۷، فتح قرقیسیا)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۸ھ**: میں صحابئ رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۵) آپ نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت فرمائی، اور ان چار صحابۂ کرام میں آپ بھی شامل تھے، جنھوں نے حضور ﷺ کی زندگی میں قرآن مجید جمع کیا، صحابۂ کرام میں حلال اور حرام کو سب سے زیادہ سمجھنے والے آپ تھے، آپ کی وفات شام میں طاعون کے مرض سے ہوئی (البدایہ والنہایہ ج ۷ معاذ بن جبل، الاصابہ ج ۶ حرف المیم ذکر من اسمہ معاذ)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰ھ**: میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵) ۳ھ میں حضور ﷺ نے ان سے وحی کے ذریعے حکم ہونے پر نکاح فرمایا، حضرت

زینب رضی اللہ عنہ باقی ازواجِ مطہرات پر اس کی وجہ سے فخر بھی کیا کرتی تھیں، ان کی وجہ سے پردے کی آیت نازل ہوئی، حضور ﷺ کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے آپ ہی کی وفات ہوئی، ۵۰ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (الاصابہ ج ۷، کتاب النساء، حرف الزای بعد ہا یاء، البدایہ والنہایہ ج ۷، زینب بنت جحش)

□......**ماہِ ربیع الاول ۵۱ھ**: میں جلیل القدر صحابی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص ۱۳) آپ ان دس خوش نصیب صحابۂ کرام میں شامل ہیں، جنھیں حضور ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی، اس کے علاوہ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ کی دعا قبول ہو جاتی ہے، ۷۳ سال کی عمر میں ''عقیق'' مقام پر آپ کا انتقال ہوا اور مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا (الاصابہ ج ۳، حرف السین المہملہ، السین بعد ہا العین)

□......**ماہِ ربیع الاول ۶۴ھ**: میں یزید بن معاویہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۶) یزید کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ یزید کی تعریف اور مدح سرائی سے بچا جائے، اور اس کے مقابلہ میں حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن زبیر اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (جن کا یزید سے مقابلہ رہا) کے موقف کو برحق سمجھا جائے، مگر یزید کی تمام تر سیاہ کاریوں کے باوجود اس کو یقینی کافر نہ قرار دیا جائے، اس کے کفر میں توقف اور سکوت رکھا جائے اور یزید کا نام لے کر لعنت سے پرہیز کیا جائے، یہی سلامتی اور عافیت کا راستہ ہے (البدایہ والنہایہ ج ۸، ترجمۃ یزید بن معاویہ)

□......**ماہِ ربیع الاول ۸۲ھ**: میں حجاج بن یوسف نے ''واسط'' نامی شہر تعمیر کیا (تقویم تاریخی ص ۲۰) اس شہر کے تعمیر کرنے کا سبب یہ ہوا کہ حجاج نے ایک راہب کو گدھی پر سوار دیکھا، جب وہ واسط مقام کی جگہ پر پہنچا تو اس کی گدھی نے پیشاب کیا، تو اس راہب نے اتر کر اس جگہ کو کھود کر اس ساری مٹی کو دجلہ میں پھینک دیا، حجاج نے جب اس سے وجہ پوچھی، تو اس نے کہا کہ اصل میں ہماری کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ یہاں پر ایک مسجد بنائے جائے گی اور اس میں قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی، تو حجاج نے یہاں پر واسط شہر کی بنیادیں رکھیں اور اس جگہ پر اس نے مسجد بنائی (البدایہ والنہایہ ج ۹، بناء واسط میں سن ۸۳ھ لکھا ہے)

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے

مفتی محمد امجد

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۲)

......ثمود کا مذہب

ثمود بھی قومِ عاد کی طرح بُت پرست تھے جنہوں نے خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبود گھڑ لیے تھے اور انہی کو اپنا حاجت روا بتلاتے تھے، حتیٰ کہ قومِ عاد کے بعض باطل معبود بھی ان کے جھوٹے الٰہوں کی فہرست میں شامل تھے، غرضیکہ شرک وکفر میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت اور اصلاح کے لئے انہیں میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی طرف رسول و پیغمبر بنا کر بھیجا تاکہ وہ ان کو سیدھا راستہ دکھائیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں، خصوصاً وہ حسّی اور مادّی نعمتیں جو قوت وطاقت، حکومت وسلطنت، شان وشوکت اور اسبابِ دنیا کی فراوانی کی صورت میں ان کو عطا کی گئی تھیں اور رات دن وہ ان نعمتوں سے مستفید ہوتے تھے، حتیٰ کہ ان نعمتوں کے بل بوتے پر اپنی امتیازی شان رکھتے تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور ان نعمتوں کی وجہ سے دنیا میں پوری طرح مگن ہو کر اپنی اصلیت وحقیقت اور مقصدِ زندگی کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ حالت قوموں کی زندگی میں بگاڑ کی انتہائی حالت ہوتی ہے، پچھلی امتوں میں اس موقعہ پر نبوت ورسالت کی شکل میں آسمانی ہدایت کی تجدید ہوتی تھی، نئے نبی کو ان امراض کا مصلح ومعالج اور امت کے فساد وبگاڑ کے اصل سرچشموں کا نبض شناس ورمز شناس بنا کر بھیجا جاتا تھا وہ مرض کی صحیح تشخیص کرتے ہوئے فساد کی جڑوں پر نشتر چبھوتا تھا اور یہی اُن راہ بھٹکی ہوئی امتوں کی اصل دُکھتی رگ ہوتی تھی، آسمانی ہدایت اور نبوی تشخیص کا نشتر جیسے ہی اُس ناسور پر پڑتا تھا قوم کی قوم تلملا اٹھتی تھی اور چیخ پڑتی تھی،

كَاَنَّمَا يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ الاٰية (گویا کہ شیطانی چھیڑ نے ان کو حواس باختہ کر دیا)

اپنے آپ کو مریض سمجھ کر اس مشفق معالج کے تصرف واختیار میں دینے کی بجائے وہ خدائی معالج ازراہِ شفقت بطورِ خود ہی جو تشخیص اور مرض کی نشاندہی کرتا اس کو بھی یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے، معالج کو اپنا حریف ومقابل سمجھ کر آمادہ جفا وپیکار ہو جاتے تھے، اور نبی کو مختلف طریقوں سے بغاوت وسرکشی کا تختۂ

مشق بنا کر اس پر مشقِ ستم کرتے تھے،

……نبی پر قوم کے اعتراضات

قوم ثمود کی اصل گمراہی ایک تو وہی کفر وشرک تھا، جس میں وہ اپنی جہالت، اور آباء واجداد کی اندھی تقلید اور اتباع کی وجہ سے مبتلا تھے (حالانکہ وہ آباؤ اجداد خود بھی کافر وجاہل تھے ان کی اندھی تقلید اور اتباع کفر وشرک میں ہی ترقی اور مضبوطی پیدا کرتی تھی) اور دوسرے خواہشِ نفسانی کی اتباع اور بے لگام مادیت پرستی تھی، یہی دو ان کے بنیادی امراض اور سارے بگاڑ کی جڑ تھے اور نبی نے اپنے فرضِ منصبی کے مطابق ان دونوں ناسوروں پر نشتر رکھا، پہلے مرض کی اصلاح وعلاج اور ازالے کے لئے خدا کے نبی اُسلوب وانداز بدل بدل کر ہر مؤثر سے مؤثر طریقے سے خیر خواہی اور شفقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو رات دن توحید کی دعوت دیتے رہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی، خالقیت ویکتائی سمجھاتے رہے، اس کی مالکیت ورازقیت، قہاری وجباری کے دلائل آفاق وانفس سے دیتے رہے،، اور دوسرے مرض کے علاج کے لئے اپنی نبوت پر ایمان اور اپنی اطاعت وتابعداری کی ترغیب اُن نفس وشیطان کے بے دام غلاموں کو نہایت بلیغ پیرائے میں دیتے رہے، لیکن یہ دونوں امراض سرطان (کینسر) کی طرح ان ناحق شناسوں کے رگ وریشے میں اس طرح سرایت کر گئے تھے کہ ساری رگوں اور شریانوں میں خون کے ساتھ ساتھ یہی کفر وضلال اور اتباع ہوٰی کے جذبات بھی گردش کر رہے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے مرض کو تسلیم کرنے اور اپنے آپ کو مریض ماننے کے بجائے خود اپنے معصوم او ور پاکباز نبی کو ہی جرح وتنقید کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھنا شروع کر دیا اور اپنی ساری معقولیت، تجربہ اور مشاہدہ کام میں لاتے ہوئے ان کی دور بینی نظر نے نبوت کی ذات میں درج ذیل جراثیم (BACTRIA) دریافت کر کے ان کو اپنی اعلیٰ سو سائٹی سے گرا کر ان کے قول وفعل اور دعوت کو پایۂ اعتبار سے ساقط قرار دے دیا، قومِ ثمود کے ممتاز ماہروں (SPAISHLISTS) کی وہ دور بینی تحقیق (RESARCH) ملاحظہ ہو،

﴿الف﴾……حضرت صالح بشر ہیں، انسانیت سے بالاتر نہیں کہ ہم اُن کی بڑائی مان لیں۔

﴿ب﴾……وہ ہماری قوم کے ایک عام فرد ہیں، ہم پر ان کی فضیلت کی کوئی وجہ نہیں، پھر ان کی اتباع واطاعت کیونکر کی جائے؟

﴿ج﴾……مزید یہ کہ وہ یکہ وتنہا معمولی شخص ہیں، کوئی بڑے سردار اور کسی قوم یا قبیلے کے

رئیس نہیں کہ جن کے ساتھ بڑا جتھا اور لاؤ لشکر ہو۔

﴿د﴾......ان پر سحر ہے جس سے ان کا ذہنی توازن درست نہیں رہا، اس لئے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔

یہ ہیں ایمانی نظر سے محرم سرتاپا مادیت ونفسانیت میں غرق ظاہر بینوں کے غور وفکر کے پیمانے جن کی رو سے سعادت وشرافت اور قیادت ونجابت کی تمام شکلیں، تمام صورتیں اور ساری قسمیں مادیت سے شروع ہوتی ہیں اور مادیت پر ہی ختم ہوتی ہیں، سود وزیاں کے سارے مرحلے دنیا سے ہی ابتداء پاتے ہیں اور دنیا پر ہی تکمیل پذیر ہوتے ہیں، کل کے مادہ پرست خواہ وہ قوم نوح سے تعلق رکھتے ہوں یا عاد وثمود سے جن راستوں پر چلے تھے آج کے مادہ پرست جو تسخیر شمس وقمر پر نازاں ہیں مجال کیا کہ سر مو بھی انکے نقش قدم سے انحراف کریں، گمراہی کے جو سنگِ میل عاد وثمود کے مردہ ضمیر، کور چشم روشن خیال مقرر کر گئے تھے، آج کے روشن دماغ مادیت ونفسانیت کے سنگم پر نصب انہیں سنگھائے میل کو نشانِ منزل قرار دیتے ہیں۔

جس قدر تسخیر شمس وقمر ہوتی گئی دنیا تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی

......نبی پر فردِ جرم آیات بینات کی روشنی میں

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ اِذْقَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صَالِحٌ اَلاَ تَتَّقُوْنَ ۞ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۞ وَمَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْمَا هٰهُنَا اٰمِنِيْنَ ۞ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۞ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۞ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۞ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۞ وَلاَ تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلاَ يُصْلِحُوْنَ ۞ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۞ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ (الشعراء آیت ۱۴۰، ۱۵۴)

ترجمہ: ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا، جب ان سے ان کے قومی بھائی صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم تقویٰ کیوں نہیں اختیار کرتے؟ (جس کا پہلا درجہ ایمان لانا ہے) میں تمہاری طرف ایک معتبر رسول بن کر آیا ہوں۔ تو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو (مطیع ہو جاؤ) اور میں اس (دعوت واصلاح کے عمل) پر تم سے کچھ اجرت وبدلہ نہیں چاہتا، میرا بدلہ تو سارے جہانوں کے ربّ نے دینا ہے، کیا تم یونہی مامون ومحفوظ رہنے

دیے جاؤ گے یہاں (دنیا کی) نعمتوں اور آسائشوں میں، باغوں اور چشموں میں اور کھیتی باڑی اور کھجوروں (کے جُھنڈوں) میں، جن کا خوشہ نرم ہے، اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھر تکلف و بناوٹ کے ساتھ، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو، اور پیروی و تابعداری نہ کرو بے باک (مادر پدر آزاد) لوگوں کی، جو ملک میں خرابی اور فساد مچاتے ہیں اور اصلاح و درستگی (عقائد، اعمال، اطوار میں) نہیں کرتے۔ بولے! تجھ پر تو بس جادو ہوا ہے، تو بھی تو ایک آدمی ہی ہے، ہماری طرح، سو لے آ کچھ نشانی! اگر تو سچا ہے (جاری ہے......)

غیر اللہ کو سجدہ کرنا کیوں حرام ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَهُنَّ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ (سورہ حٰمٓ السجدہ، آیۃ ۳۷)

''یعنی تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، بلکہ صرف اسی اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہتے ہو''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی مخلوق کو سجدہ کرنا حرام ہے، خواہ وہ سورج ہو یا چاند اور خواہ کوئی نبی ہو یا ولی، اور زندہ ہو یا فوت شدہ، کیونکہ یہ سب چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں، ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا یہ غیر اللہ کی عبادت کرنا ہے، جو اللہ کی عبادت کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ سجدہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کو ہی کرے۔ اگر غیر اللہ کو سجدہ عبادت کی نیت سے کیا جائے یہ سجدہ تو بلاشبہ کفر ہے، اس نیت سے سجدہ کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور اگر عبادت کی نیت سے نہ کیا جائے بلکہ صرف تعظیم و تکریم کی نیت سے کیا جائے تو یہ بھی حرام ہے، اور اس کی وجہ سے اگرچہ آدمی کافر نہ ہو لیکن فاسق ضرور ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے لئے فاسق ہونا بھی کافی ہے، کافر ہونا ضروری نہیں، جو لوگ مختلف مزاروں اور زیارتوں پر جا کر وہاں قبروں وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں وہ اپنی ضلالت اور گمراہی کا جائزہ لے لیں، اور اللہ کے غیظ و غضب سے بچنے کی فکر کریں۔

بسلسلہ: صحابہ کے سچّے قصے

انیس احمد حنیف

صحابئ رسول حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں، مشہور صحابی رسول حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی، حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی، یومِ بیرِ معونہ میں شہید ہونے والے بدری صحابی حضرت سلیم بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی، حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پڑھتے اور رات کو قرآن مجید کا درس دیتے اس لئے ''قاری'' مشہور تھے...... آپ مسجد نبوی میں پانی کا انتظام کرتے ...... جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹتے اور انہیں فروخت کر کے اصحابِ صُفہ اور دوسرے محتاج مسلمانوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرتے......

......سن ۴ ہجری صفر کا مہینہ تھا، جب قبیلہ بنوکلاب کا رئیس ابو براء عامر بن مالک بن جعفر، نجد سے آکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی، جس سے اس نے نہ تو انکار ہی کیا اور نہ ہی فوراً اسے قبول کیا، بلکہ کہنے لگا کہ آپ اپنے اصحاب میں سے چند لوگوں کو نجد کی طرف روانہ فرمائیں تو مجھ کو امید ہے کہ وہاں اسلام کی اشاعت ہوگی، اس سے پہلے اس کا بھتیجا عامر بن طفیل جو بنو عامر کا سردار بھی تھا نبی کریم ﷺ کو پیغام بھیج چکا تھا کہ مجھے اپنا جانشین بنائیں، نبی کریم ﷺ نے ابو عامر سے ارشاد فرمایا، مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ دھوکہ بازی نہ کریں، وہ کہنے لگا، میں جو ان کے ساتھ ہوں گا، پھر کوئی کیسے ان کے سامنے آئے گا، رسول اللہ ﷺ نے اُس کی اس بات پر ستر قاری صحابہ کی ایک جماعت کو اُس کے ساتھ روانہ فرما دیا اور ایک خط عامر بن طفیل کے نام بھجوایا......اس جماعت میں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عروہ بن اسماء بن صلت سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات شامل تھے......

مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر جب یہ لوگ بیرِ معونہ کے مقام پر پہنچے جو بنی عامر اور بنی سلیم کے شہروں کے درمیان بلکہ بنی سلیم کے شہر سے نسبتاً زیادہ قریب تھا، صحابہ یہاں ٹھہرے اور حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو اپنا ایلچی بنا کر بنی عامر کے سردار عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک لے کر اس کے دربار میں پہنچے، عامر نے نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک بھی نہ پڑھا اور ایک دوسرے شخص کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نیزے سے حملہ کر دیا، نیزہ آپ کے جسم سے پار ہو گیا آپ نے اپنے زخم کا خون لے کر چہرہ اور سر پر چھڑکا اور فرمایا...... اللہ اکبر ''فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ'' ''رب کعبہ کی قسم، میں کامیاب ہو گیا'' عامر نے ان کو شہید کروانے کے بعد بنی عامر کو وفد کے ساتھ آئے ہوئے تمام صحابہ کو شہید کرنے کا حکم دیا، لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم ابو براء کے عہد کو نہیں توڑیں گے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو انہیں نقصان نہ پہنچانے کی ضمانت دی ہے، تب عامر نے بنی سلیم، بنی رعل اور زکوان کے قبیلوں کو ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قتل کا حکم دیا تو انہوں نے تمام صحابہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور انہیں شہید کر دیا...... اس وقت صحابہ کرام نے دعا کی...... اے اللہ! ہمارے نبی ﷺ کو ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مل گئے، ہم اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہیں...... جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور یہ خبر دی کہ وہ لوگ اپنے پروردگار سے ملے...... وہ ان سے راضی ہوا اور اس نے انہیں راضی کر دیا

رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کا بے حد دکھ تھا آپ ﷺ نے صبح کی نماز میں رکوع کے بعد ان قاتلین کے لئے بددعا فرمائی اور برابر تیس دن تک فرماتے رہے

اللھمَّ اشدد غطاء ک علی مضر (اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت مضبوط کر دے) **اللھم سنین کسنی یوسف** (اے اللہ! یوسف کے قحط کی طرح ان پر قحط نازل فرما) **اللھم علیک ببنی لحیان وعضل والقارہ و زغب و رعل و ذکوان و عصیة** (اے اللہ! بنی لحیان اور عضل اور قارہ اور زغب اور رعل اور زکوان اور عصیہ کی گرفت کر) **فانھم عصو اللہ ورسولہ** (کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی ہے)

اس طرح یہ قبیلے حضور ﷺ کی بددعاء کا شکار ہوئے اور آخرت کے اعتبار سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناکام رہے، اور شہید ہونے والے صحابۂ کرام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو گئے۔

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ مفتی منظور احمد (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط ۲)

(۴)......ادھار معاملہ لکھ لینا:

اگر معاملہ ادھار ہو تو اس کو لکھ لینا چاہیئے تا کہ بھول چوک اور انکار واختلاف ونزاع کے وقت کام آئے چنانچہ قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے:

اِذَا تَدَایَنْتُم بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ (بقرہ آیت ۲۸۳)

ترجمہ: ''جب تم کسی متعین مدت کے لئے ادھار معاملہ کیا کرو تو اس کو لکھ لیا کرو''

قرآن مجید نے لکھنے کا اصول یہ بتایا ہے کہ معاملہ لکھنے والا کوئی غیر جانبدار آدمی ہونا چاہیئے وہ انصاف کے ساتھ لکھے، کسی فریق کی جانبداری کر کے اپنی آخرت کو خراب نہ کرے، دستاویز کی کتابت اس شخص کی طرف سے ہونی چاہیئے جس کے ذمہ حق ہے مثلاً قیمت ادھار کی گئی ہے تو خریدار کے ذمہ ادھار ہی کی کتابت کرائے کیونکہ یہ اس کی طرف سے اقرار نامہ ہوگا اور وہ کمی بیشی کرنے میں خدا سے ڈرے اور اگر وہ شخص خود کسی عذر کی وجہ سے نہیں لکھوا سکتا مثلاً وہ کم عقل، نابالغ بچہ یا گونگا وغیرہ ہے تو اس کا ولی لکھوا دے اور اس پر دو مسلمان مَردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بھی بنا دیا جائے تا کہ اگر کسی وقت باہمی نزاع اور جھگڑا ہو جائے تو عدالت میں ان گواہوں کی گواہی پر فیصلہ ہو سکے (معارف القرآن ج اص ۶۸۵ بتغیر)

حضور اقدس ﷺ سے تو باقاعدہ بیع نامہ بھی لکھوانا ثابت ہے، چنانچہ آپ نے حضرت عداء بن خالد بن ہوذہ کو ایک غلام یا باندی بیچی تو آپ نے اس معاملہ کو یوں لکھوایا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، ھٰذَا مَا اشْتَرَاہُ الْعَدَاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ ھَوْذَہ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، اِشْتَریٰ مِنْہُ عَبْدًا اَوْ اَمَۃً لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَۃَ وَلَا خَبِیْثَۃَ بَیْعُ الْمُسْلِمِ اَلْمُسْلِمَ (احکام القرآن لابن العربی ج ۱ ص ۲۷۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر ہے اس پر جو عداء بن خالد بن ہوذہ نے خریدی ہے محمد الرسول اللہ ﷺ سے، راوی کا بیان ہے کہ آپ سے انہوں نے غلام یا باندی خریدی کہ نہ اس میں کوئی بیماری ہے نہ ایسی چیز ہے، جس کی خرید وفروخت حرام ہو اور نہ اس میں کوئی دھوکہ بازی کی گئی

Idara Ghufran

ہے، بلکہ یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ بیع کا معاملہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہم اشیاء میں بیع نامہ بھی لکھو لینا چاہئے تا کہ بعد میں انکار وغیرہ کی گنجائش نہ رہے، آجکل جو کیش میمو رائج ہے یہ بھی بیع نامے کی ایک صورت ہے یہ بھی تجارت کا ایک اہم ادب ہے کیونکہ بہت سے لوگ زبانی ادھار یا بیع کا معاملہ کر لیتے ہیں اسے تحریر نہیں کرتے جس کی وجہ سے کوئی ایک فریق منکر ہو جاتا ہے اور لڑائی جھگڑے یا مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے جس سے پریشانی بھی ہو جاتی ہے اور مزید مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

(۵)...... ہر وقت کمانے کی فکر اور مال کی حرص سے بچنا:

تجارت کی مشغولیت کے ساتھ اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ مال کمانے میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ہر وقت ذہن پر مال سوار رہے اور یہی فکر رہے کہ کتنا مال بِکا اور کتنا نفع ہوا کسی دوسری طرف توجہ ہی نہ رہے، کیونکہ جو شخص ہر وقت مال و دولت کی فکر میں رہتا ہے، اس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اس سے استغناء اور قناعت کو کھینچ کر اسے فقر و فاقہ اور بے چینی میں مبتلاء کر دیتے ہیں، اور مال و جائیداد کے باوجود وہ شخص تنگی محسوس کرتا ہے، اور اپنے آپ کو ہمیشہ محتاج سمجھتا ہے، اسے اپنے مال سے دنیا یا دین کا کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا، چنانچہ آجکل اکثر مالداروں کا یہی حال ہے کہ مال و دولت کی فراوانی کے باوجود انہیں چین اور سکون نصیب نہیں اور مال و دولت کی محبت اور حرص کا یہ حال ہے کہ اس میں نقصان کے صدمے سے اپنی جان تک دے بیٹھتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ہمیں مسجد خیف میں خطبہ دیا، جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

> جس شخص کی ساری فکر دنیا سے وابستہ ہو (ہر وقت مال و دولت کی فکر میں مشغول رہے) اللہ تعالیٰ اس کے ذہن کو منتشر کر دیتا ہے (سکون و اطمینان سے محروم ہو جاتا ہے) اور اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے فقر (وتنگی) لکھ دیتا ہے (ہمیشہ مال کے باوجود تنگی و مفلسی محسوس کرتا ہے) حالانکہ دنیا اسے اتنی ہی ملتی ہے جتنی (اس کے مقدر میں) لکھی ہوتی ہے (الترغیب والترھیب ج۴ ص ۱۵)

(۶)...... لگے ہوئے کاروبار کو بلاوجہ نہ چھوڑنا:

اگر کسی شخص نے ایک کاروبار شروع کیا ہوا ہے تو اسے چاہئے کہ اسی کو جاری رکھے اور ترقی دینے کی کوشش

کرے، بلاوجہ اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کاروبار کو اختیار نہ کرے کیونکہ بلاوجہ یا کسی معمولی وجہ سے بار بار تجارت اور کاروبار کو بدلنا اللہ کی نعمت کی ناشکری ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اور اس کی وجہ سے کاروبار میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے، اور حضور اقدس ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے:

مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ فِيْ شَيْءٍ فَلْيَلْزَمْهُ (کنز العمال ج ۴ ص ۲۶)

ترجمہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کسی طریقے سے رزق دے رہا ہو تو اس سے لگا رہے (اسے چھوڑے نہیں)

حضرت نافع بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں شام اور مصر کے علاقوں میں سامان تجارت بھیجا کرتا تھا، ایک مرتبہ میں نے اسے چھوڑ کر عراق سامان بھیجا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو انہیں بتایا کہ پہلے میں شام سے تجارت کرتا تھا اور اب میں نے سامان عراق بھیجا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تمہیں اور تمہاری تجارت کو کیا ہوگیا؟'' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی طریقے اور راستے سے رزق دے رہا ہو تو اسے اس وقت تک نہیں چھوڑنا چاہئے جب تک اس میں کوئی نمایاں کمی اور خرابی واقع نہ ہو (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۴۳)

لہٰذا کسی معقول وجہ کے بغیر محض احتمال اور امید کی بنا پر کوئی دوسرا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ پہلے طریقے کو چھوڑنے کے بعد دوسرا طریقہ بھی کامیاب نہ ہو یا اس میں مزید خسارے کا سامنا ہو، تو ہر طرف سے ناامید اور محروم ہو جائے اور شدید پریشانی و مشکلات کا شکار ہو جائے، البتہ اگر ایک طریقے میں واضح گھاٹا اور نقصان ہونے لگے یا وہ ذہنی یا خارجی مشقتوں کا باعث بن جائے یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے چھوڑنے کی نوبت آ جائے یا خود چھوٹ جائے تو چھوڑ دے اور پریشان نہ ہو بلکہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ سنجیدگی سے دوسرے کاروبار کی تلاش میں رہے، ایسی صورت میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے سے بہتر راستہ کھول دیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ اگر تین مرتبہ کسی چیز کی تجارت کرنے کے باوجود اس میں نفع نہ ہو تو اس کے بعد کسی دوسرے کاروبار کو اختیار کر لینا چاہئے (کنز العمال ج ۴ ص ۱۲۵)

(جاری ہے..........)

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں حافظ محمد ناصر

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت

دینِ اسلام، انسان کو زندگی گزارنے کا ایک مکمل طریقہ اور ایک جامع نظام فراہم کرتا ہے، زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں اسلام کی تعلیمات موجود نہ ہوں، چنانچہ عقائد اور نظریات کا معاملہ ہو یا عبادات اور معاملات کا یا پھر معاشرت اور اخلاق کا، اسلام اپنے پیروکاروں اور ماننے والوں کو کسی بھی معاملے میں اکیلا اور تنہا یا بالفاظِ دیگر بے یارومددگار نہیں چھوڑتا اور ہر میدان میں ایک مسلمان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو بحیثیت مسلمان یہ مشکل کبھی پیش نہیں آ سکتی کہ وہ کسی مسئلے میں اسلام کی ہدایت، تعلیم اور رہنمائی نہ پا سکے اور اُسے کسی دوسرے مذہب سے رہنمائی یا سہارا لینا پڑے۔

اسلام کی اِنہیں بے شمار تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ ہے کہ بندہ اپنے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کرے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا" (ترمذی ج ۲ ص ۱۴)

یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے (ترمذی) خواہ وہ بڑا عمر کے اعتبار سے ہو یا علم کے اعتبار سے ہو، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

لَيْسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ لَّمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّهٗ (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن بحوالہ مجمع الزوائد ج ۱ حدیث ۵۳۲)

یعنی وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عظمت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے علماء کے حقوق نہ پہچانے (مجمع الزوائد)

اس حدیث مبارکہ میں تین قسم کے لوگوں کے لئے یہ وعید بیان کی گئی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے طریقہ اور آپ کی ہدایت پر عمل کرنے والوں اور کامل اُمتیوں میں سے نہیں ہیں اور وہ تین قسم کے لوگ یہ ہیں (۱) ایک وہ جو بڑوں کے بڑے ہونے کی رعایت نہ کریں اور ان کے ساتھ بے ادبی سے پیش آئیں (۲) دوسرے وہ کہ جو چھوٹوں پر شفقت اور رحم نہ کریں (۳) اور تیسرے وہ کہ جو علمائے کرام کے حقوق نہ پہچانیں۔

علماء کا حق پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بڑوں کے حقوق چھوٹوں پر ہوتے ہیں یا والدین کے حقوق

اولاد پر ہوتے ہیں اسی طرح علمائے کرام بھی عالمِ دین ہونے کی وجہ سے عوام کے بڑے ہوتے ہیں اور ان کے بھی عوام کے ذمے حقوق ہیں جن میں سے ایک بڑا حق یہ ہے کہ عوام علمائے حق کو تلاش کر کے ان سے اپنے دین اور دنیا کے معاملات میں رہنمائی حاصل کریں۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیُوَقِّرْ کَبِیْرَنَاوَیَأْمُرْبِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (جامع صغیر ج۵ حرف الام بحواله مسند احمد ،ترمذی)

یعنی ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عظمت نہ کرے اور نیکی کا حکم نہ کرے اور بُرائی سے نہ روکے'' (جامع صغیر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے کا چھوٹے کو نیکی کی بات بتلا دینا یا چھوٹے کا بڑے کو نیکی کی بات بتلا دینا یہ ادب کے خلاف نہیں بلکہ ایسا نہ کرنے والے کے لئے وعید ہے۔

ایک حدیث میں سفید بالوں والے شخص کی عزت اور احترام کرنے کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے:

''اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللهِ اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ'' (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان کا احترام کیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''مَااَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخاً لِسِنِّهٖ اِلَّاقَیَّضَ اللهُ لَهٗ مَنْ یُّکْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ'' (ترمذی ج۲ ص ۲۳)

''جو نوجوان کسی بوڑھے کی اس کی عمر کی وجہ سے عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس (نوجوان) کے لئے ایسے لوگ مقرر فرما دیتے ہیں جو اس کے بُڑھاپے میں اس کی عزت کریں گے'' (ترمذی)

بڑوں کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت، رحم دلی اور نرمی والا معاملہ کریں، تحمل و بُرد باری کے ساتھ ان کی تربیت کریں، جب بھی چھوٹوں سے واسطہ پڑے، اس طرح سے ان کے ساتھ برتاؤ کریں کہ وہ بڑوں کے اچھے اخلاق سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہیں۔

انجام کار کے اعتبار سے اسلام کی اس تعلیم پر عمل کرنے کا اہم اثر یہ ہے کہ معاشرے میں امن وسکون اور اطمینان وعافیت کی فضا قائم ہو جاتی ہے اور اور آخرت میں ملنے والا اجر تو بہت ہی عظیم ہے۔

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کا جو حکم ہے اُس کی اور بھی کئی وجوہات ہیں مثلاً چھوٹے تو بڑوں کی عزت احترام اور ادب اس لئے کریں کہ بڑوں کا درجہ چھوٹوں سے زیادہ ہے، بڑوں کی نیکیاں زیادہ

ہیں اور وہ دنیا میں پہلے آنے کی وجہ سے چھوٹوں سے زیادہ تجربہ رکھتے ہیں، اُنھیں کی محنتوں اور قربانیوں سے چھوٹے پرورش اور تربیت پا کر کسی قابل ہو پاتے ہیں، ان کے علاوہ بھی بڑوں کے چھوٹوں پر بے شمار احسانات ہوتے ہیں۔لیکن یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بڑوں کے احترام اور تعظیم کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی خاطر گناہ کے کاموں میں مبتلا ہوا جائے کیونکہ مخلوق کو راضی کرنے کی خاطر خالق کو ناراض کرنا جائز نہیں۔اسی طرح بڑے چھوٹوں کے ساتھ نرمی اور شفقت والا سلوک اس لیے کریں کہ چھوٹوں کے نامۂ اعمال میں گناہ نہیں ہوتے یا ہوتے ہیں تو کم ہوتے ہیں اور وہ عاجز، کمزور، ناتجربہ کار، کم عقل اور کم فہم ہوتے ہیں اور اچھی تربیت کے محتاج ہوتے ہیں، اگر چھوٹوں کے ساتھ بُرے طریقے سے پیش آیا جائے اور ان کے ساتھ بے جا سختی اور خشکے پن کا معاملہ کیا جائے تو چھوٹوں کے اخلاق پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے، بعض اوقات وہ اپنے بڑوں کی بے جا سختی اور تُرش روئی کو دیکھ کر بچپن سے ہی چڑ چڑے پن کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے بچوں کا مستقبل خراب ہو جاتا ہے، اس لیے بچوں کا حق ہے کہ بڑے اُن کے ساتھ شفقت کا مظاہرہ کریں جس میں ان کی تربیت کے ساتھ جائز تفریح کا انتظام بھی داخل اور تربیت کا حصہ ہے، لیکن دوسری طرف بچوں کو ایسی ڈھیل دیدینا کہ وہ گُناہوں میں مبتلا ہو جائیں یہ بھی بچوں کے ساتھ ظلم ہے۔اور اِس کو شفقت سمجھنا غلط ہے، شفقت کا تقاضا یہی خیر خواہی اور اصلاح ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسی ڈھیل چھوڑ دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غیظ وغضب کا شکار ہو جائیں، یہ سراسر خیر خواہی کے تقاضوں کے خلاف ہے، اس لئے اس کو شفقت سمجھنا غلط ہے۔لہٰذا اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہوئے چھوٹوں کو بڑوں کا ادب کرنے اور بڑوں کو چھوٹوں پر شفقت کر کے اسلام کی اس اہم اور بے شمار فوائد پر مشتمل ہدایت پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا و آخرت کی بہتری اور راحت کا سامان کرنا چاہئے۔

بسلسلہ : آداب المعاشرت مفتی محمد رضوان

مہمان نوازی کے آداب

✪......مہمان کا آنا رحمت کا باعث ہے،اس لئے مہمان کی آمد پر رنجیدہ اور کبیدہ نہیں ہونا چاہئے۔ ✪......مہمان کے آنے پر مسرت اور خوشی کا اظہار کرنا چاہئے،اور مہمان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے ✪......مہمان نوازی صرف کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ خاص نہیں،بعض لوگ مہمان کی کھانے پینے کے ساتھ تو خوب خاطر تواضع کرتے ہیں مگر دوسری چیزوں کا خیال نہیں رکھتے،حالانکہ خاطر تواضع میں وہ ساری چیزیں شامل ہیں جو مہمان کے اعزاز واکرام اور راحت وسکون اور خوشی ومسرت کا ذریعہ ہوں ✪......مہمان کے آنے پر سب سے پہلے اس سے سلام ومصافحہ کیجئے،اگر سفر سے آیا ہے یا کافی دنوں کے بعد ملاقات ہوئی ہے تو سلام کے بعد معانقہ بھی کیجئے،سلام دعا کے بعد مزاج پرسی،خیر وعافیت اور حال واحوال معلوم کیجئے ✪......مہمان کے آنے پر جو چیز بآسانی اور بسہولت مناسب انداز میں میسر ہو وہ پیش کردینی چاہئے،اور کچھ نہ ہو تو سادہ پانی ہی سہی،زیادہ تکلفات میں پڑ کر مہمان کو خالی بٹھائے رکھنا اچھا نہیں،ابتدائی اکرام وضیافت کے بعد مناسب اہتمام کرنے میں حرج نہیں ✪......مہمان کے آنے کے بعد جلد ہی اس کو وہاں رہ کر پیش آنے والی ضروریات سے آگاہ کردینا چاہئے،مثلاً پیشاب واستنجاخانہ،غسل خانہ،ہاتھ منہ دھونے کی جگہ،تولیہ،صابن وغیرہ،باہر آنے جانے کا راستہ،قبلہ کا رُخ،جائے نماز کی نشاندہی،مسجد کا پتہ،دروازہ بند کرنے کھولنے کا مخصوص طریقہ،بجلی کے بٹنوں وغیرہ کی نشاندہی ✪......تین دن تک بطورِ خاص مہمان کا اکرام اور ضیافت کرنے کی احادیث میں زیادہ ترغیب آئی ہے،تین دن کے بعد بھی مہمان سے بالکل منہ تو نہیں موڑنا چاہئے،البتہ تکلفات اور زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ✪......مہمان کی مرغوب اور ناپسندیدہ چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی خاطر تواضع کی جائے تو بہت اچھا ہے ✪......زور زبردستی کرکے مہمان کو ہر چیز کے کھانے پر مجبور کرنا درست نہیں،کیونکہ بعض اوقات اس سے مہمان کو تکلیف ہوتی ہے،اور ظاہر ہے کہ مہمان کو ایذاء وتکلیف پہنچانا خاطر تواضع میں داخل نہیں ✪......کھانے پینے کی جو چیزیں اس وقت مہمان کو کھلانی پلانی منظور ہوں تو بہتر ہے کہ وہ سب شروع ہی میں حاضر کردی جائیں یا کم ازکم مہمان کو ان سے آگاہ کردیا جائے،بعض لوگ مہمان کے

پیٹ بھر لینے اور شکم سیر ہوجانے کے بعد دوسری چیزیں حاضر کرتے ہیں، جن کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے مہمان تنگی میں مبتلا ہوتا ہے، یہ طرزِ عمل اصلاح طلب ہے ✪...... مہمان کو کھانا کھاتے وقت بیٹھ کر گھورتے اور تکتے رہنا غلط ہے، اس سے مہمان کے دل پر بوجھ پڑتا ہے اور اس کو ناگواری ہوتی ہے، اس لئے مہمان کے کھانا کھاتے وقت اس کے سر پر چڑھ کر نہ بیٹھے، البتہ مہمان کی ضروریات کا خیال رکھے۔
✪...... کھانے کے ساتھ دسترخوان پر شروع ہی سے پانی بھی حاضر کر دینا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کھانے کی تمام چیزیں حاضر ہوجائیں اور ہر قسم کے تکلفات جمع ہوجائیں، لیکن پانی موجود نہ ہو اور مہمان کے حلق میں لقمہ وغیرہ اٹک جائے ✪...... مہمان کو رخصت کرتے وقت اس کے ساتھ کچھ دور چل کر آنا اور محبت و ہمدردی کے انداز میں اس کو رخصت کرنا چاہئے۔

نکاح کے خطبہ کے وقت خاموش رہنا واجب ہے

شریعت کا جو حکم جمعہ کے خطبہ کے بارے میں ہے، وہی حکم عیدین کے خطبہ کا اور نکاح وغیرہ کے خطبہ کا ہے کہ اس وقت اس کی طرف کان لگانا اور خاموش رہنا واجب ہے (معارف القرآن ج۴ص۱۶۳)

جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں تو عام طور پر خاموش رہنے اور کان لگا کر خطبہ سننے کا کچھ نہ کچھ اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن افسوس کہ نکاح کے خطبہ کے وقت اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا، عام طور پر نکاح خوانی کے وقت لوگ مختلف باتوں میں مصروف ہوتے ہیں، اور نعوذ باللہ بعض جگہ تو تصویر سازی اور موسیقی کا گناہ بھی عین نکاح کے موقع پر ہو رہا ہوتا ہے۔ کیا ان چیزوں کو جمعہ اور عیدین کے خطبہ کے موقعہ پر برداشت کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں، پھر نکاح کے خطبہ کے موقع پر ان چیزوں کو معلوم نہیں کیوں کر برداشت کرلیا جاتا ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ نکاح کو عبادت سمجھنے سے زیادہ ایک رسم سمجھ کر انجام دیا جانے لگا ہے، یا پھر اس کی وجہ جہالت اور لاعلمی ہے۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

مفتی محمد رضوان

پریشان کُن خیالات ووساوِس اوراُن کا علاج

(قسط۱۰)

مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان مرحوم مالیخولیا کے مرض کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس بیماری کا مریض انسانیت کا شرف کھوبیٹھتا ہے اوردین ودنیا کے کام کا نہیں رہتا،عقل سے بے بہرہ اور سمجھ سے عاری ہوجاتا ہے، یہ مرض شروع میں علاج پذیر ہوسکتا ہے، پُرانا ہونے پراس کی اصلاح مشکل ہوجاتی ہے''(حاذق ص۴۶،۴۷)

مالیخولیا کے مریض کی علامات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مریض کے افکار،خوف اورفساد میں بدل جاتے ہیں ،یعنی وہمی ہوجاتا ہے، چہرہ پر زردی یا سیاہی غالب ہوجاتی ہے، آنکھیں گدلی اور بے رونق اور جلد خشک ہوجاتی ہے،اور حیران ، پریشان رہتا ہے،اور ہرایک چیز سے ڈرتا ہے،مقامِ معدہ اورجگر پر بوجھ کی شکایت کرتا ہے،قبض ہوتا ہے،اگر خون میں احتراق پیدا ہونے کی وجہ سے ہوتو مریض وحشت کے ساتھ فرحان وخنداں رہتا ہے،اور صفراء میں احتراق ہونے کی وجہ سے ہوتو ہمیشہ بدخلق اورغضبناک ،بدحواس حیران وپریشان ہوتا ہے،اوربکواس زیادہ کرتا ہے۔ایسے مریض کونیند کم آتی ہے۔اگراحتراقِ بلغم کی وجہ سے ہوتو ہمیشہ مریض سست اورکسلمند ہوتا ہے اورایک جگہ بیٹھا رہنا پسند کرتا ہے اوراحتراقِ سودا کی وجہ سے ہوتو مریض ہمیشہ خوف کرتا ہے اورڈرتا ہے اوراس پر ہمیشہ افکارِ ردّیہ کا ہجوم رہتا ہے،بعض وقت روتا اور گڑگڑاتا ہے(ایضاً ص۴۷)

دیکھئے مالیخولیا کی بیماری کس کس انداز سے انسان پرحملہ آور ہوتی ہے۔مالیخولیا کے مریض کے بارے میں عام طور پرلوگوں میں یہ بات مشہور ہوجاتی ہے کہ اس پرکوئی جن ، بھوت پریت چڑھ گیا ہے یاکسی نے جادو وغیرہ کرادیا ہے، حالانکہ بنیادی طور پر یہ ایک بیماری ہوتی ہے،اور درحقیقت اس کا علاج دوائیوں سے زیادہ نفسیات، کیفیات اورخیالات کی اصلاح سے ہوتا ہے۔

مالیخولیا کے مریض کی سوچ اورفکر کیونکہ فاسد ہوجاتی ہے،اس لئے اس کا ذہن ہر چیز میں الٹی اورمنفی سوچ

کی طرف چلتا ہے، کسی کام کے اچھے پہلو کے بجائے برے پہلو کا انتخاب کرتا ہے، دوسرے سے اعتماد ہٹ جاتا ہے، جو شخص بھی اس کی سوچ کے خلاف اس کے ساتھ پیش آئے اس کو غلط سمجھتا ہے، اور بالآخر وہ اپنے الٹے خیالات کی دنیا کا ماتحت اور تابعدار بن جاتا ہے، حقیقی چیزوں سے اس کی نظر ہٹ جاتی ہے اور وہ وہمی اور خیالی چیزوں کو حقیقی دنیا کا درجہ دینے لگتا ہے۔ مالیخولیا کیونکہ ایسے امراض میں سے ہے جو دیر سے اور آہستہ آہستہ زائل ہوتے ہیں، اس لئے بہت سے معالج بھی اس کے علاج میں ناکام رہتے ہیں۔

مالیخولیا کے مریض کا خاص طریقہ پر علاج کا واقعہ

کسی زمانے میں بغداد شہر میں ایک شخص کو مالیخولیا ہو گیا تھا، اس مریض کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی، کہ ''اس کے سر پر مٹی کا مٹکا رکھا ہوا ہے اور وہ مٹکا ٹوٹ نہ جائے'' اس ڈر اور خوف کی وجہ سے یہ شخص کسی دروازے یا نیچی چھت والی عمارت سے گزرتے وقت جھک جایا کرتا تھا، راستہ میں چلتے وقت لوگوں اور دوسری چیزوں سے الگ ہو کر اور بچ بچ کر چلتا تھا کہ کہیں کسی چیز سے ٹکرا کر وہ مٹکا ٹوٹ نہ جائے، اس سوچ کی وجہ سے خود وہ شخص اور دوسرے لوگ سخت پریشان تھے، بہت سے طبیبوں سے علاج کرایا گیا، مگر اس شخص کے مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا، اس زمانہ میں ایک مشہور اور تجربہ کار حکیم تھے، جن کا نام حکیم اوحدالزمان (متوفی ۱۱۵۲ء) تھا، مریض کو ان حکیم کے پاس لایا گیا، مذکورہ حکیم صاحب یہ سمجھ گئے کہ یہ مریض مالیخولیا میں مبتلا ہے اور جو سر پر مٹکا ہونے کا وہم ہو گیا ہے اس کا علاج اس وہم کی شان کے مطابق ہی ہو سکتا ہے۔

مذکورہ حکیم صاحب نے علاج کا انتظام اس طرح کیا کہ ایک شخص کو مٹی کا مٹکا دے کر مکان کی چھت پر بٹھا دیا اور ایک اور دوسرے شخص کو لاٹھی لے کر قریب میں تیار رہنے کو کہا، کہ جوں ہی وہ اشارہ کرے تو فوراً لاٹھی والا شخص مریض کے سر کے اوپر زور سے لاٹھی گھمائے اور دوسرا شخص اسی دوران فوراً ہی وہ مٹکا چھت سے نیچے مریض کے قریب چھوڑ دے۔

مذکورہ حکیم صاحب نے مریض کی لاعلمی میں یہ سب انتظام مکمل کر لیا اور مریض کو مکان کی چھت کے قریب بٹھا کر گفتگو شروع کر دی، جب مریض گفتگو میں پوری طرح مشغول تھا تو خاموشی سے حکیم صاحب نے اشارہ کیا، قریب کھڑے ہوئے شخص نے مریض کے سر کے اوپر سے زوردار لاٹھی گھمائی اور اوپر بیٹھے شخص نے مٹکا چھوڑ دیا، جو مریض کے قریب زمین پر آ گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، یہ سب کام ایسی صفائی سے ہوا کہ مریض کو پورا یقین ہو گیا کہ جو مٹکا اوپر سے گر کر ٹوٹا ہے، وہ اسی کے سر پر رکھا ہوا تھا، اس طرح مریض

کے دماغ میں مدت سے بیٹھا ہوا وہم اور ڈر ختم ہو گیا (ماخوذ از ''الحکیم'' لاہور اکتوبر سن ۱۹۵۹ء)

مالیخولیا کے مریض کا عجیب علاج

ایک شہزادے کے دماغ میں یہ بیٹھ گئی تھی کہ وہ بالکل گائے بن گیا ہے، چنانچہ وہ بالکل گائے کی طرح چلاّ تا رہتا تھا اور ہر شخص سے یہی کہتا تھا کہ مجھے ذبح کرو کیونکہ میرے گوشت سے بہت اچھا ہریسہ (ایک خاص قسم کا کھانا) تیار ہوگا، اس کا مرض اس قدر بڑھ گیا کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور بالکل فاقے سے رہنے لگا، اطباء بھی اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ اس وقت مشہور حکیم بوعلی سینا موجودہ حکومت وزیر تھا اور بادشاہ نے اسے تمام سلطنت کے سیاہ سفید کا مالک بنا رکھا تھا، بوعلی سینا سلطنت کے انتظامی کاموں میں لگا رہتا تھا اور اسے لوگوں کے علاج ومعالجے کے لئے بالکل فرصت نہیں ملتی تھی، لیکن جب تمام اطباء شہزادے کے علاج سے تنگ آ گئے، تو اس کے اعزاء واقرباء، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے کہنے لگے کہ کسی طبیب کو شہزادے کے علاج میں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ اس کا مرض روز بروز بڑھتا جاتا ہے، آپ اپنے وزیر بوعلی سینا سے کہیں کہ وہ اس کا علاج کرے، چنانچہ بادشاہ کے کہنے پر بوعلی سینا نے شہزاد کے علاج پر آمادگی ظاہر کی، ایک روز اس مریض کو کہلا بھیجا کہ اب تمہیں خوشی منانی چاہئے، کیونکہ تمہیں قصاب ذبح کرنے کے لئے آ رہا ہے، مریض نے جب یہ بات سنی تو خوشی کے مارے بغلیں بجانے لگا، اس کے بعد بوعلی سینا مریض کے مکان پر آیا اور دو خادموں کو ہمراہ لے کر اس کے پاس گیا، مریض کو دیکھ کر بوعلی سینا نے دو لمبی چھریاں نکال لیں، اور بلند آواز سے کہنے لگا '' گائے کہاں ہے، تا کہ میں اسے ذبح کروں'' یہ سنکر مریض گائے کی طرح چلانے لگا، گویا کہ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں یہاں حاضر ہوں، اس کے بعد بوعلی سینا نے اپنے خادموں سے کہا کہ گائے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو کمرے کے درمیان لٹا دیں، شہزادہ یہ بات سن کر خود کمرے کے درمیان آ گیا اور دائیں پہلو پر لیٹ گیا، خادموں نے مضبوطی کے ساتھ اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے، بوعلی سینا دونوں چھریوں کو تیز کرتا ہوا آگے بڑھا اور مریض کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنا ہاتھ اس کی گردن پر اسی طرح رکھا جس طرح قصاب گائے کو ذبح کرنے کے وقت اپنا ہاتھ اس کی گردن پر رکھ دیتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یہ گائے بہت دبلی ہے، اور ابھی اس قابل نہیں ہوئی کہ اسے ذبح کیا جائے، اس کے بعد اس نے ملازموں سے کہا کہ گائے کے ہاتھ پاؤں کھول دیں، کھانے کے لئے اسے غذائیں دیں (**بقیہ صفحہ ۴۷ پر ملاحظہ کریں**)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مَسیحُ الاُمَّت (قسط ۱۳)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے، ترتیب دینے اور بین القوسین مناسب توضیح کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۱۸) (مؤرخہ ۷/ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عرض: گزشتہ عریضہ میں بندہ نے اپنے معمولات تحریر کئے تھے، حضرت نے اس پر جو ھدایات نشان لگا کر دی ہیں الحمدللہ ان پر عمل شروع کر دیا ہے۔

ارشاد: یہ عظمتِ طریق کی دلیل ہے، مبارک ہو۔

عرض: استقامت کی دعا کردیں۔

ارشاد: استقامت پراقامت بتوفیقہٖ تعالیٰ مدام ۔

عرض: اپنی حالت کا جائزہ لیتا رہتا ہوں۔

ارشاد: یہ اصولِ سلوک ہے۔

عرض: اطمینان کا تو خیر سوال ہی نہیں۔

ارشاد: اس لئے کہ الحمدللہ تعالیٰ اطمینان ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مؤمن کے لئے اطمینان کا۔ الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ. الابذکر اللہ تطمئن القلوب، ایمان بھی موجود، اور ذکر اللہ بھی موجود، اطمینان موجود باستحضارِ عظمتِ جلال وجمال۔

عرض: ایک خلش برابر رہتی ہے کہ خودکو اگر بظاہر بتکلف درباب تفعُّل متقی ومقدس بنالیا تو کیا؟

جب تک کہ اپنے علم وعمل سے جیسا بھی کم سے کمتر بلکہ برائے نام بفضلِ رب حاصل ہے اور اپنے بزرگوں کی برکت وتوجہ سے **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** کی اجازت بھی ہے دوسروں تک نہ پہنچایا جائے بالخصوص اپنے اہل وعیال واہلِ خاندان کو تعلیم وتلقین نہ کی جائے۔

ارشاد: طلب پر پہنچایا جاوے، اور بلا طلب بامید، خصوص اہل وعیال کو برفق وشفقت برابر بقولِ حسن۔

☒ **عرض:** حضرت والا حکیم الامت رحمہ اللہ ونور اللہ مرقدہٗ نے **حیٰوۃ المسلمین** میں علمِ دین کے حصول کو ہر مسلمان کے لئے فرض عین قرار دیا ہے اور اس کے حصول کا طریقہ بھی بتا دیا ہے۔

ارشاد: خواہ پڑھ کر یا سن سن کر یا پوچھ پوچھ کر عربی میں یا فارسی میں یا اردو میں معتبر کتابوں سے۔

☒ **عرض:** اس پر عمل شروع کیا ہے حضرت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ استقامت اور کامیابی عطا فرمائیں۔

ارشاد: آمین۔

☒ **عرض:** اس سلسلہ میں اگر جناب مزید ہدایات دورِ حاضرہ اور موجودہ گھریلو ماحول ومعاشرہ کے پیشِ نظر مناسب خیال فرمائیں تو مطلع فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ حکم کی تعمیل کروں گا۔

ارشاد: اس کا طریق حیٰوۃُ المسلمین میں میرے حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے فرما دیا۔ اب احقر کیا عرض کر سکتا ہے۔

☒ **عرض:** نماز اور غیر نماز یا ذکر وتلاوت وتسبیحات وغیرہ کے دوران جو نفسانی خیالات ووساوس آتے ہیں اس میں اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ تو بندہ کو معلوم ہے لیکن جس مقام پر دشواری پیش آتی ہے وہ دونوں حالتوں کا فرق ہے مابہ الامتیاز اپنی فہم ناقص میں نہیں آیا۔ مثلاً دورانِ صلوٰۃ یہ خیال آیا اور اس میں قدرے قصد وارادہ کو بھی دخل تھا کہ گھر جا کر فلاں کام کرنا ہے صرف چند لمحے کے لئے ذھول بھی ہو گیا لیکن نماز ختم ہونے سے قبل تنبہ ہو گیا کہ یہ حدیثِ نفس ہے چنانچہ اس خیال کو ترک کر دیا اور توجہ الی اللہ کا قصد کر لیا، اگر خیالات ووساوس کا حدوث بالقصد ہوا لیکن دوران خیالات یا قبل ختم صلوٰۃ تنبہ ہو گیا جس کے نتیجہ میں خیالات کو ہٹا کر توجہ الی اللہ قائم کر لی تو کیا یہ امر غیر اختیاری تصور ہو گا یا اختیاری اور کیا یہ صورت خلافِ خشوع وخضوع فی الصلوٰۃ ہو گی؟

ارشاد: خضوع نام ہے ارکان کا آداب کے ساتھ ادا کرنے کا اور وہ متفرع ہے خشوع بالقصد پر

پس جب خضوع ہے تو بالقصد خشوع بھی ہے اب جو خیالات ہیں وہ باہری ہیں قصد کے ساتھ خداع ہو جاتا ہے جیسے مکھی آئینہ پر ناواقف یہ سمجھتا ہے کہ وہ اندر ہے۔

⌧ **عرض**: بندہ کو یہ معلوم ہوا تھا کہ رمضانُ المبارک سے قبل حضرت کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی حتیٰ کہ ملاقاتیں بھی بند ہوگئیں تھیں۔

ارشاد: شہرت میں غلو ہوگیا تھا اور بھی دوسرے ملکوں تک اس کی خبر ہوگئی، خطوط آئے۔

⌧ **عرض**: لیکن بحمداللہ ،بفضل رب پھر افاقہ ہوگیا تھا اللہ تعالیٰ نے روزے اور تراویح پورے کرادیے تھے۔

ارشاد: الحمدللہ تعالیٰ۔

⌧ **عرض**: آج کل حضرت کی طبیعت کیسی ہے۔

ارشاد: اچھی ہے الحمدللہ تعالیٰ، کافی ضعف ہے۔

⌧ **عرض**: اللہ تعالیٰ جناب کو کامل شفاء اور صحتِ مستمرہ عطا فرمائے۔

ارشاد: آمین۔

⌧ **عرض**: ضعف ونقاہت کو توانائی سے بدل دے۔آمین۔

ارشاد: آمین۔

⌧ **عرض**: اللہ تعالیٰ ہندوستان کے تمام مؤمنین ومؤمنات اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آپ کا خادم محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: آمین یہ محبت یہ دعا، جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

(بقیہ صفحہ ۴۴ متعلقہ ''پریشان کُن خیالات ووساوِس اور اُن کا علاج'')

اور کھانا دیتے وقت اس سے کہیں کہ خوب پیٹ بھر کر کھاؤ تا کہ خوب موٹا اور فربہ ہونے پر تمہیں ذبح کرسکیں۔بوعلی سینا کے چلے جانے کے بعد شہزادے کے خادموں نے حسبِ ہدایت اسے کھانا دیا جو اس نے کھالیا،اس کے بعد وہ ہر چیز حسبِ معمول کھانے پینے لگا تا کہ وہ ذبح کئے جانے کے قابل ہوجائے،رفتہ رفتہ اسے دوائیاں بھی دی جانے لگیں حتّٰی کہ وہ ایک ماہ کے عرصہ میں بالکل صحت یاب ہوگیا،اور اس کا مرض دُور ہوگیا۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ طلبہ کو حد سے زیادہ مارنا (قسط ۵)

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

’’اگر کوئی (استاد طالبعلم کی مار پٹائی کی غلطی کر بیٹھے اور پھر) اپنی زیادتی کی تلافی کرنا چاہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ سزا کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت کرو اور جس پر زیادتی کی ہے، اس کے ساتھ احسان کرو، یہاں تک کہ وہ خوش ہو جائے، جیسے (ہندوستان کے شہر) میرٹھ کے ایک رئیس نے ایک نوکر کے طمانچہ مار دیا تھا، پھر اس کو اپنی غلطی پر تنبہ (اور احساس) ہوا تو اس کو ایک روپیہ دیا، پھر دوسرے نوکر سے کہا ’’اس سے پوچھنا اب کیا حال ہے‘‘ کہنے لگا کہ میں تو دعا کر رہا ہوں کہ ایک طمانچہ روز لگ جایا کرے۔ بس یہ طریقہ تلافی کا بہت اچھا ہے، اس سے بچوں کے اخلاق پر بھی (بُرا) اثر نہ ہوگا، اور ظلم کا بھی دفعیہ ہو جائے گا، اور جب میاں جی (یعنی استاد صاحب) کا ایک دو دفعہ (ایسا) کرنے میں خرچ ہوگا تو آئندہ کو خود بھی ذرا سنبھل کر مارا کریں گے، نیز سزا کے بعد بچوں کو خوش کرنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ ان کے دل میں معلم کی طرف سے بغض وعداوت نہ پیدا ہو جائے، جو علم کی محرومی کا سبب ہے‘‘۔ (تحفۃ العلماء ج۱ ’’استاد و شاگرد کے حقوق اور تعلیم و تربیت کے طریقے‘‘ ص ۱۳۷، ۱۳۸)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے یہاں اس بات سے آگاہ فرمادیا کہ اگر خدانخواستہ استاد کی طرف سے طلبہ کے ساتھ تعزیر و تنبیہ میں زیادتی ہو جائے تو اس کی تلافی کرنی چاہئے، جس کی اصولی صورت تو یہ ہے کہ دوسرے وقت ان طلبہ پر کسی انداز میں احسان کر دے اور شفقت کا برتاؤ کرے، جس کی ایک شکل یہ ہے کہ ان طلبہ کو کچھ مالی انعام دے دے۔

مگر آج کل عام طور پر زیادتی ہو جانے کے بعد اس کی تلافی کا اہتمام نہیں کیا جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے، وہ اپنے استاد کو ظالم سمجھنے لگتے ہیں اور اپنے استاد سے بغض وعداوت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اس کے سبب سے علم سے محرومی پیدا ہو جاتی ہے۔

بعض استادوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بچوں پر بے جا سختی پر سختی کئے چلے جاتے ہیں اور طلبہ کے ساتھ خوش

اخلاقی ،شفقت اور نرمی کے ساتھ پیش آنے کو استاد کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ طلبہ کے ساتھ خوش اخلاقی اور نرمی سے پیش آیا جائے تو وہ بے خوف اور نڈر ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں سے استادوں کا احترام اور ادب نکل جاتا ہے،لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ بے جا سختی اور خشک رویہ کی وجہ سے استاد سے بغض وعداوت پیدا ہو رہی ہے،اور اگر طلبہ کو اپنی اولاد کا درجہ دے کر ان کے ساتھ اپنی اولاد والا سلوک کیا جائے تو ظاہر ہے کہ اولاد پر اگر ایک وقت میں سختی ہوتی ہے تو دوسرے اوقات میں شفقت اور نرمی بھی ہوا کرتی ہے،یہی معاملہ شاگردوں کے ساتھ بھی ہونا چاہئے۔

کافر اور بے دین سے دوستی

جو دوستی کسی گناہ اور شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کی بناء پر ہو،اور جو دوست دنیا میں ایک دوسرے کے گناہ کے کاموں میں مدد کرتے ہوں،ایسے دوست اپنی دوستی پر قیامت کے دن روئیں گے،اور افسوس کریں گے،اور اپنی زبان سے کہیں گے ”یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا “ (سورہ فرقان آیت ۲۸) ”یعنی کاش کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا“

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”لَاتُصَاحِبْ اِلَّامُؤْمِناً وَلَایَأْکُلْ مَا لُکَ اِلَّاتَقِیٌّ“

یعنی کسی غیر مومن کو اپنا ساتھی نہ بناؤ،اور تمہارا مال (دوستی کے طور پر) صرف متقی آدمی کھائے (مطلب یہ کہ غیر متقی سے دوستی نہ کرو) (مسند احمد، ترمذی، ابوداود، ابن حبان)

ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ“

ترجمہ: ”ہر انسان (عادتاً) اپنے دوست کے دین اور طریقہ پر چلا کرتا ہے،اس لئے تم میں سے ہر ایک دوست بنانے سے پہلے،خوب غور کر لیا کرے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے“ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

ایک حدیث میں ہے: ”خَیْرُ جُلَسَائِکُمْ مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللّٰہَ رُؤْیَتُہٗ، وَزَادَ فِیْ عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہٗ وَذَکَّرَکُمُ الْاٰخِرَةَ عَمَلُہٗ“ (الجامع الصغیر ج ۳، بحوالہ عبد بن حمید و حکیم ترمذی)

ترجمہ: ”تمہارے ہم نشینوں میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجائیں،اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم زیادہ ہو جائے،اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو جائے“

اس لئے ہمیں چاہئے کہ بے دین اور بد دین لوگوں سے دوستی نہ کریں،اور دیندار اور متقی حضرات سے دوستی کریں

علم کے مینار

مولوی طارق محمود

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

❖ بابائے کیمسٹری جابر بن حیان

جابر بن حیان کی پیدائش ۱۲۰ھ بمطابق ۸۳۷ء میں ہوئی بعض نے ان کی جائے پیدائش ''طوس'' شہر اور بعض نے ''خراسان'' بیان کی ہے، ان کے والد کوفہ کے مشہور دواساز تھے، جابر بن حیان نے بھی ابتدا میں یہی پیشہ اختیار کیا، اور کچھ عرصہ تک طب کے شعبے سے منسلک رہے، لیکن جلد ہی اپنی زندگی کیمیاوی تحقیقات کے لئے وقف کردی، اور علمِ کیمیا (Chemistry) کے میدان میں ممتاز خدمات سرانجام دیں، لیکن جابر نے اپنی صلاحیتوں کو دوسرے کیمیا گروں کی طرح (بنیادی دھاتوں مثلاً ٹین، سکہ اور تانبا وغیرہ کو سونے چاندی میں منتقل کرنے کی بجائے) اپنی صلاحیتوں کو دوسرے مفید تجربات میں صرف کیا، جس کی وجہ سے کئی مفید مرکب معلوم کرلئے، اس طرح جابر نے علمِ کیمیا کو ''الکیمی'' کے قصے کہانیوں سے نکال کر صحیح راستے کی نشوونما کرنے پر لگا دیا۔

کیمیا ایسے پُراسرار و پیچیدہ فن کو کہا جاتا ہے جس میں مختلف چیزوں کو مخصوص طریقے پر تحلیل وتجزیہ کر کے سونے چاندی میں تبدیل کیا جاتا ہے، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کیمیا گری کے شوق میں قدیم زمانوں میں بندگانِ ہوس وشوق نے عمریں گذار دیں، لیکن کیمیا سازی کی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی موت کی منزل تک پہنچ گئے، مسلمانوں نے فنی طور پر جمادات ونباتات کے سارے میدانوں میں کیمیا کو وسعت دی، اس طرح کیمیا یا کیمسٹری کی نئی حقیقت وجود میں آئی، جس کا نمونہ جابر بن حیان کے اس مختصر سوانحی تذکرے میں آپ کے سامنے ہے۔

جابر کا سب سے اہم کارنامہ تین قسم کے تیزابوں (شورے کا تیزاب، گندھک کا تیزاب اور ایکوریجیا ''یعنی تیزابِ سلطانی جو سونے کو حل کرتا ہے'') کی دریافت ہے، جن کو اس نے اپنے ایجاد کردہ آلۂ کیمیا ''قرع انبیق'' کی مدد سے تیار کیا۔ جابر بن حیان نے بعد میں آنے والوں کے لئے علمِ کیمیا کی بنیادی درجہ بندی کا کام بھی انجام دیا اور اس کو تین قسم کی اشیاء میں تقسیم کیا، دھاتیں، غیر دھاتیں، طیران پذیر اشیاء،

﴿۱﴾......**طیران پذیر اشیاء:** سپرٹس (Spirits) یعنی وہ چیزیں جو گرم کرنے سے بخارات بن کر اڑ جاتی ہیں جیسے کافور، سنکھیا اور نوشادر یعنی امونیم کلورائیڈ (Ammonium Chloride) وغیرہ۔

﴿۲﴾......**دھاتیں:** اس میں سونا، چاندی، سیسہ، تانبا، لوہا اور دوسری دھاتیں شامل ہیں۔

﴿۳﴾......**غیر دھاتیں:** وہ چیزیں جو سفوف میں تبدیل کی جاسکتی ہیں۔

اس طرح اس نے بعد میں آنے والی کیمیائی درجہ بندی (Classification) کے لئے راستہ تیار کیا۔

جابر بن حیان نے علمِ کیمسٹری میں جو کارنامے انجام دیے، اور جو نئی نئی ایجادات دنیا کے سامنے پیش کیں، ان کی فہرست بڑی طویل ہے، اس میدان میں جو کامیابیاں اور کامرانیاں اجابر بن حیان کو حاصل ہوئیں ان کی مختصر فہرست یہ ہے:

(۱) سٹیل یا فولاد بنانا (۲) دھات کا کشتہ (۳) کپڑے کا رنگنا (۴) چمڑے کی دباغت (۵) واٹر پروف (Water Proof) کپڑے کی تیاری (۶) لوہے پر وارنش کرنا (۷) خضاب وغیرہ بنانے کی ترکیب (۸) شیشے کے بنانے میں مگنیز ڈائی آکسائیڈ کا استعمال (۹) زنگ سے بچاؤ کے طریقے (۱۰) تحریر میں سنہری الفاظ وضع کرنا (۱۱) روغن یا پینٹ کی مختلف اقسام کی شناخت (۱۲) مختلف قسم کی چکنائیاں (Greuses) (۱۳) شورے کا تیزاب (Nitric Acid) ۱۴) نمک کا تیزاب (Hydrochioric Acid) (۱۵) لیموں کا تیزاب (Citric Acid) (۱۶) املی کا تیزاب یا ٹارٹیرک تیزاب (Tartaric Acid)

انہی کاموں کی وجہ سے جابر بن حیان کو صحیح طور پر ''بابائے کیمیا'' کہا جاسکتا ہے۔

میکس مائرہوف (Max Meyerhof) کے الفاظ میں ''یورپ میں کیمیا کی فروغ اور ترقی کو بلا واسطہ جابر بن حیان کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے''

جابر نے اپنے کام میں تجربات کرنے اور ان کی صحت، باریک بینی اور درستگی پر بہت زور دیا، جابر کے علمی کارناموں میں کتابوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہے، کیمسٹری کے علاوہ اس نے دوسرے علوم مثلاً علمِ طب اور علم الافلاک کے فروغ میں بھی حصہ لیا، اس کی مشہور کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) کتاب الکیمیا (Kitab ul kimya) (۲) کتاب السبعین (Kitab ul Sabeen) (۳) کتاب المائۃ والاثنا عشر (۴) کتب الموازین (۵) کتب الخمسمائۃ۔

ان میں سے اکثر کتابوں کا لاطینی اور دیگر یورپین زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، اور یہ ترجمے صدیوں تک یورپ میں پڑھائے جاتے رہے، اور موجودہ کیمسٹری کو اس بلندی تک پہنچانے کے لئے ان کا بڑا کام ہے اسی طرح بہت سی تکنیکی اصطلاحات جو جابر نے بنائیں مثلاً ''الکلی'' (Alkali) وغیرہ، مختلف یورپین زبانوں میں پائی جاتی ہیں اور موجودہ سائنسی ذخیرۂ الفاظ کا حصہ بن چکی ہیں۔

ابھی تک جابر بن حیان کی صرف چند کتابوں کی تالیف وترتیب اور طباعت ہوسکی ہے، جب کہ بہت سی کتابوں پر جو عربی زبان میں محفوظ ہیں، ان کی ترتیب وتالیف اوران کو شائع کرنا ابھی باقی ہے۔

بعض حضرات نے اس چیز کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، کہ اس قدر تحقیقی کام جو جابر بن حیان کی مجموعۂ کتب میں شامل ہے، سارے کا سارا اس کا اپنا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ممکن ہے کہ اس کے شاگردوں اور پیروکاروں کی تفسیریں اور رائے زنی بھی ان میں شامل کی گئی ہوں۔

سارٹن (Sarton) کے مطابق اس کے کام کی اصل قدر صرف اس وقت معلوم ہوسکے گی جب اس کی ساری کتابیں مرتب کر کے شائع کر دی جائیں گی۔

مذہبی عقائد کے لحاظ سے جابر کا قرامطہ سے بڑا گہرا تعلق نظر آتا ہے، اس کے ہاں وہی اصطلاحات ملتی ہیں جو قرامطیوں اور فاطمی اسماعیلیوں کے ہاں رائج تھیں، بعض عقائد کے لحاظ سے جابر کی تعلیم فرقہ نصیریہ سے ملتی ہے۔ جابر کے اپنے قول کے مطابق اسے تمام علوم امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے ملے تھے، اور اس کی اپنی حیثیت محض ایک مرتب اور مؤلف کی ہے، اس کا ایک استاد حربی الحمیری تھا اور ایک عیسائی راہب سے بھی اس نے بعض علوم حاصل کئے تھے، لیکن شیعی تصنیفات میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے شاگردوں میں جابر بن حیان کا نام نہیں ملتا۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس کا مذہبی طور پر کس فرقہ سے تعلق تھا، اور مذہبی لحاظ سے یہ کس قسم کے نظریات کا حامل تھا، اور کس حد تک اس کے ذہن پر فلاسفی کے تصورات کا غلبہ تھا (جو ہمارا اس وقت موضوع نہیں) بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ جابر کی کامیابی وکامرانی کا میدان علمِ کیمسٹری ہے نہ کہ مذہب، اور علمِ کیمیا میں اس کا بڑا نام ہے۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں جعفر برمکی وزیر کی زیرِ سرپرستی جابر بن حیان نے کافی عرصہ گزارا، چنانچہ جابر بن حیان جعفر برمکی کا بہت مداح تھا، جب برمکیوں پر زوال آیا تو اس زوال کے اثرات اس پر بھی پڑے، چنانچہ اس کو کوفہ میں اس کے گھر میں نظر بند کر دیا گیا، جہاں اس کا انتقال 803ء میں ہوا۔

تذکرۂ اولیاء مولوی طارق محمود

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (قسط۲)

......ابتدائی حالات اور عملی زندگی کا آغاز:

پہلے ذکر ہو چکا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ ماں اور باپ دونوں کی جانب سے سیدزادے تھے آپ کے والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین اپنے علاقے سجز کے رئیسوں میں شمار ہوتے تھے اور دنیوی جاہ و جلال کے ساتھ ساتھ حقیقی درویشی اور فقیری کی صفات سے بھی مالا مال تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صاحبِ نسبت و باکرامت بزرگ تھے،۵۵۲ھ میں ان کی وفات ہوئی،اس طرح آپ کی والدہ بی بی ماہ نور بھی ایک عابدہ و زاہدہ اور پاک باز خاتون تھیں،حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد کی وفات عین آپ کی جوانی کے آغاز میں ہوئی،والد مرحوم کے ترکہ میں آپ کو ایک وسیع و عریض باغ ملا،اس کو آپ نے ذریعہ گذران بنا کر اس کی غور و پرداخت میں مشغول ہو گئے،ایک دن جب آپ باغ کے کاموں میں مشغول تھے،ایک بلند پایہ بزرگ وہاں تشریف لائے،تاریخوں میں ان کا نام ابراہیم قندوزی یا ابراہیم قلندر مذکور ہے،،ان کے تفصیلی حالات تو نہیں ملتے،البتہ ان کے اجمالی حالات جو ملتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک خاص شان کے مجذوب بزرگ تھے[۱]

---

[۱] طریقت میں مجذوب وہ حضرات کہلاتے ہیں،جن پر سلوک یعنی اصلاحِ باطن کی منزلیں طے کرتے ہوئے کوئی تجلی الٰہی ایسی پڑ جاتی ہے جس کا وہ تحمل نہیں کر پاتے،اور ان کی عقل مغلوب ہو جاتی ہے،اور شرعاً بلکہ عقلاً و عرفاً بھی یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ احکامِ خداوندی اور دنیوی ضابطوں کا آدمی اس وقت تک مکلّف و پابند ہوتا ہے،جب تک اس کی عقل ٹھکانے ہو،اسی عقل پر تکلیفِ شرعی و عرفی کا مدار ہے،مجنون و دیوانے کو فاتر العقل ہونے کی وجہ سے شریعت بھی مرفوع القلم قرار دیتی ہے اور دنیا کا دستور و قانون اور انسانی معاشرہ بھی۔لیکن خِلقی مجنون اور اس طرح کسی دنیوی سبب و صدمے سے فاتر العقل ہونے والے مجنون میں اور شریعت کے راستے پر چلنے کے دوران تجلی الٰہی سے مغلوب العقل ہونے والے مجذوب میں باریک فرق ہے،ظاہری اعتبار سے یہ فرق محسوس نہیں ہوتا،کیونکہ مجنون و مجذوب دونوں کے قول و فعل میں کوئی انتظام اور معقولیت نہیں ہوتی،احکامِ شرع دونوں سے ساقط ہوتے ہیں،اور شریعت دونوں کو معذور قرار دیتی ہے،لیکن مجذوب مقبول ہوتا ہے اور کچھ تکوینی امور کا انکشاف بھی اس پر ہوتا ہے جس پر بوجہ نقصانِ عقل وہ یقین کر لیتا ہے،جو چیزیں یا قضاء و قدر کے فیصلے اس پر منکشف ہوتے ہیں وہ بسا اوقات ظاہر بھی کر لیتا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

آپ نے انہیں سرسبز اور گنجان درخت کے سائے میں بٹھایا اور پختہ انگوروں کا ایک خوشہ توڑ کر ان کے سامنے رکھ دیا، حضرت مجذوب خواجہ کی مہمان نوازی سے بہت مسرور اور خوش ہوئے، انہوں نے اپنی جھولی سے ایک کھلی (سرسوں کا پھوگ) کا ٹکڑا نکالا اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر خواجہ کو دے دیا، اسے کھاتے ہی دل کی حالت بدل گئی اور سینہ انوارِ الٰہی سے معمور ہو گیا، اور طبیعت دنیوی امور سے اُچاٹ ہو گئی اور ایک شوق ووارفتگی کی کیفیت رگ وریشے میں بھر گئی، گویا کہ قضاء وقدر کا فیصلہ منجانب اللہ حضرت خواجہ کے متعلق مسند رشد وہدایت پر فائز کرنے کے لئے ہو چکا تھا، وہ اس مجذوب صادق پر

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ) حالانکہ کشف وانکشاف جو صحیح العقل سالکین اور بزرگوں کو ہوتا ہے وہ اس کو ظنی درجہ میں رکھتے ہیں اور شریعت کی ترازو میں اس کو تولتے اور پرکھتے ہیں، کیونکہ کشف بذاتِ خود حجت نہیں ہے، ضعیف الاعتقاد اور دین کی تعلیمات سے ناواقف لوگ اس معاملے میں بڑی بے اعتدالی کا شکار ہیں، وہ جب کم علم اور قصہ گو واعظین اور نام نہاد پیروں فقیروں سے جو شریعت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے، پچھلے بزرگوں اور مجذوبین کے واقعات سنتے ہیں (جو کہ اپنا پورا پسِ منظر رکھتے ہیں لیکن یہ کم علم واعظین اس پسِ منظر کو کیا جانیں؟) تو ان کے دل ودماغ اور وہم وخیال میں وہ چیزیں اتنی سما جاتی ہیں اور ان پر غالب آ جاتی ہیں کہ ہر پاگل دیوانے، اوباش، لفنگے اور نشوئی میں ان کو مجذوبیت ہی کی جھلک نظر آنے لگتی ہے، اور ہر اصلی وجعلی پاگل دیوانے کو مجذوب کا نام دے کر اس سے استادی اور پیری کا تعلق قائم کر لیتے ہیں، اور اس کی بے سروپا باتوں سے نکتے اور اشارے متعین کر لیتے ہیں اور آئندہ کے لئے ان کو پیشین گوئیاں یا غیبی امور کا انکشاف خیال کر لیتے ہیں۔ گویا کہ وہی بات ہوئی ؎ جتنے کالے میرے باپ کے سالے۔ حالانکہ اگر کوئی واقعی مجذوب بھی ہو تو مجذوب شرعاً معذور ہوتا ہے پس اس کو معذور ہی سمجھنا چاہئے، اتنا کافی ہے کہ اس کے افعال واقوال پر گرفت نہ کی جائے نہ یہ کہ اس کو مقتدا اور پیشوا بنایا جائے، سوچنے کی بات ہے کہ جو خود معذور ہے وہ دوسروں کی رہنمائی کیسے کر سکتا ہے۔ حقیقی مجذوب کی اہلِ تجربہ نے کچھ علامات بیان کی ہیں مثلاً یہ کہ اس زمانہ کے اہلِ حق، اہلِ نظر اربابِ علم اس کے کاموں اور باتوں پر تنقید نہ کرتے ہوں، بلکہ اس کے معاملے پر سکوت رکھتے ہوں، اور عام طور پر ایسے واقعی مجذوب اہلِ بصیرت کی نگاہوں سے چھپے نہیں رہتے، دوم یہ کہ اس کے پاس بیٹھنے اور اس کی باتیں سننے سے قلب کو آخرت کی طرف کشش ہوتی ہو۔ اب ظاہر ہے کہ عوام ان باریکیوں کا کہاں لحاظ رکھتے ہیں؟ اور مجذوب کو جاننا اور اس کا معتقد ہونا کوئی فرض وواجب تو ہے نہیں، اور مجذوبوں کی تعداد بھی کوئی اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ ہر دوسرے پاگل اور مجنون کو مجذوب سمجھ لیا جائے، اس لئے عوام الناس کے دین وایمان بلکہ عزت وآبرو کی سلامتی اسی میں ہے کہ مجنونوں یا بزعم خویش مجذوبوں سے دور ہی رہیں اور پھر اس معاملے میں عوام کی کوتاہ نظری کے لئے یہ کیا کم ہے کہ جو چیزیں شریعت نے ان پر فرض واجب کی ہیں، نماز، روزہ اور حلال وحرام کی تمیز اور حدود وشرع کی پابندی، اس سے تو یہ عوام بالکل ہی غافل ہوتے ہیں، لیکن ایسے مجذوبوں بلکہ ملنگوں کے چکر میں پڑے رہتے ہیں، یہ بہت ہی افسوس ناک امر ہے اور سب شیطانی جال ہے، اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے اور قبر وآخرت کو سامنے رکھ کر اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہئے، جب شریعت کے راستے پر سیدھا چلو گے تو اللہ تعالیٰ خود تمہیں جذب وشوق اور عشق ووارفتگی کی دولت عطا فرما دیں گے، پھر تمہاری نظر میں وہ بصیرت پیدا ہو جائے گی کہ مجذوب تم سے چھپے نہ رہیں گے، اس لئے اعمال سے غافل ہو کر بوالہوس نشوئیوں اور تباہ حال وبداعمال ملنگوں کے چکر میں نہ پڑنا چاہئے، جب تک عقل صحیح ہو نماز روزہ کو ترک کرنا فسق اور گناہ ہے مجذوبیت نہیں

؎ دنیا میں رہنا ہے تو پہچان پیدا کر　　　لباسِ خضر میں ہزاروں رہزن پھرتے ہیں

منکشف کر دیا گیا اور عالمِ اسباب میں مجذوب کے اس عمل کو اس فیصلے کا نقطۂ آغاز اور علامت بنا دیا گیا۔
اور بعض مورخین کے بقول اس زمانہ میں تاتاری وحشیوں کی ابتدائی ترک تازیاں شرع ہو چکی تھیں، آپ کا علاقہ بھی ایک تاتاری حملے میں ان کی دست برد کا شکار ہو چکا تھا، اس وقت جو حالات و واقعات پیش آئے ،ان کی وجہ سے آپ پر دنیا کی بے ثباتی کا غلبہ ہوا اور طبیعت ان علائق دنیوی سے اچاٹ ہو گئی۔
تاریخ کی روایت ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہ نے اپنی جائیداد راہِ خدا میں لٹا کر دنیا کے ان بکھیڑوں سے یکسو ہو گئے، اور پھر والدہ ماجدہ کی اجازت سے تحصیلِ علمِ دین اور معرفتِ حق کے لئے وطن سے نکلے۔ یہ ۵۵۲ء کا زمانہ تھا، اس وقت حضرت خواجہ صاحب کی عمر پندرہ برس تھی، دشوار گذار سفر کی صعوبتوں سے گذر کر آپ سمرقند پہنچے، اس زمانے میں سمرقند و بخارا اسلامی علوم وفنون کے بڑے مرکز تھے، آسمانِ علم وہدایت کے آفتاب و ماہتاب یہاں ضوفگن تھے، جن کے فیضان سے اطراف وجوانب کے اسلامی ملکوں اور علاقوں میں علمِ دین کا پورا غلغلہ تھا، سمرقند میں آپ نے قران مجید حفظ کیا اور اس کے بعد دوسرے علوم وفنون سیکھے، یہاں آپ نے اکثر علوم ظاہری میں دسترس حاصل کی، پھر بخارا تشریف لے گئے، وہاں بقیہ علوم کی تکمیل فرمائی، اس طرح چند سالوں میں آپ نے جملہ عقلی ونقلی علوم کی تکمیل فرمائی۔
اکثر روایات کے مطابق سمرقند و بخارا میں آپ کا زمانہ قیام پانچ سال ہے، علومِ ظاہری میں تکمیل حاصل کر لینے کے بعد اب جگر میں دبی وہ آگ پھر سلگ اٹھی، جس کی چنگاری مجذوب کے واقعے کے نتیجے میں آپ کے دل میں روشن کی گئی تھی، آخر ایک دن بخارا سے مرشدِ کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، کیونکہ عادتِ خداوندی یوں ہی جاری ہے، کہ عشقِ حقیقی ومعرفتِ ربانی کا یہ شعلہ سینہ سے سینہ میں منتقل ہوتا ہے، عشاقِ حق مردانِ کامل جو اس راہ کے شیر نر ہیں ایک مدت ان کی صحبت سے بہرہ ور ہونے اور ان کی نگرانی ورہنمائی میں اپنے نفس کو پائمال کرنے سے نسبت کی دولت مرشد (شیخ) سے مسترشد (مرید) کو منتقل ہو جاتی ہے، حضرات مفسرین نے آیت ''یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُو اللّٰہ وَ کُونُوْ مَعَ الصَّادِقِینَ'' (التوبہ پ ۱۱) سے اس پر استدال کیا ہے، کیونکہ اس آیت میں تقویٰ کا حکم بیان کرنے کے بعد سچے اور پکے اللہ والوں کی صحبت کا حکم دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل اللہ والوں کی صحبت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ بحرِ عشق کے شناور مولانا رومی رحمہ اللہ نے مثنوی شریف میں اس کو یوں ذکر فرمایا ہے۔

قال را بگذار صاحب حال شو ۔۔۔ پیش مرد کاملے پامال شو

مطلب یہ کہ ''قیل وقال کو چھوڑو، صاحبِ حال بنو، کسی کامل اللہ والے کے سامنے اپنے آپ کو مٹاؤ''
ایک اور بزرگ نے اس کو یوں تعبیر فرمایا ہے:

گرچہ تلف کوشش میں کرے سالک اپنی جاں
کوئی پاتا نہیں منزل بدون رہبرِ منزل

باقی دین کے دیگر شعبوں کی طرح رشد واصلاح کے اس شعبے میں بھی ابناءِ زمانہ نے جو کچھ خرابیاں اور بدعات وخرافات شامل کرلی ہیں، ان سے ہمارا دین اور خود صحیح اہلِ تصوف بیزار ہیں، اس موقعہ کے لئے کسی نے کہا ہے ؎ زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

افسوس کہ تصوف وطریقت جو دین کا اہم اور نازک شعبہ تھا، اس کے ساتھ نااہلوں نے کتنا بڑا ظلم اور ناانصافی کا برتاؤ کیا کہ اس میں اپنی نفسانی خواہشات اور حرص وہوس کو داخل کرکے اس کا حلیہ بگاڑ دیا، اور اس کی آڑ میں وہ سب کچھ حلال سمجھ لیا جو شریعت کی نظر میں بالکل ناجائز وحرام تھا، اور اب تو پیری مریدی عام طور پر ایک رسمِ محض بن کر رہ گئی ہے، والی اللّٰہ المشتکیٰ

......گوہر مقصود تک رسائی:

اس زمانے میں نیشاپور کے قصبہ ہرون میں سلسلہ چشتیہ کے مردِ کامل خواجہ عثمان ہارونی (ہرونی) کا چشمۂ فیض جاری تھا، بندگانِ خدا اس چشمۂ صافی سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب وسیراب ہو رہے تھے، اس تشنۂ کام محبت کے لئے بھی اس چشمہ سے سیراب ہو کر معرفت وہدایت کا بحرِ زخّار بننا مقدر ہو چکا تھا، تقدیر آپ کو کشاں کشاں یہاں کھینچ لائی، حضرت خواجہ صاحب ۵۵۸ء میں ہرون پہنچے، شیخ ہرونی نے پہلی ہی بصیرت بھری نظر سے آپ کی پیشانی میں نورِ ولایت کو پہچان لیا ؎

کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور
مردِ حقانی کی پیشانی کا نور

شیخ نے اس پہلی مجلس میں ہی آپ کی درخواست پر آپ کو بیعتِ مسنون فرمالیا، اور راہِ سلوک کے معمولات تلقین فرمائے، اور شیخ کی صحبت میں بہت جلد ترقی کے مدارج طے کرکے کمالات کو پہنچے، مرشد کی خدمت وصحبت میں آپ کئی سال رہے، بعض روایات میں بیس سال کا عرصہ مذکور ہے۔

......خرقۂ خلافت:

جب حضرت خواجہ صاحب کے مجاہدات وریاضات کا سلسلہ شیخ کی منشاء کے مطابق مکمل ہوگیا، اور آپ کا قلب ہدایت ومعرفت کا خزینہ بن گیا، تو مرشد کے ہمراہ حجِ بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، حرم شریف

Idara Ghufran

میں میزابِ رحمت کے نیچے مرشد نے خواجہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہِ خداوندی میں دعا کی، کہ اے رب میرے معین الدین کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، تاریخ کی شہادت ہے کہ غیب سے آواز سنائی دی کہ معین الدین ہمارا دوست ہے، ہم نے اسے قبول کیا اور سے عزت بخشی۔ پھر اپنے شیخ کے ساتھ مدینہ منورہ حاضری دی، مدینہ منورہ میں ایک رات منامی (خوابی) بشارت کے ذریعے بارگاہِ رسالت ﷺ سے ہندوستان جاکر کام کرنے کا حکم ملا، چنانچہ اس وقت مرشد نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر ضروری ہدایات اور نصیحتیں فرمائیں، اس وقت آپ کی عمر بعض روایات کے مطابق ۵۲ سال بیان ہوئی ہے۔

......طویل سیاحت:

اپنے شیخ سے خلافت واجازت پانے کے بعد ہندوستان آمد سے پہلے حضرت خواجہ صاحب نے بہت سے اسلامی ممالک کا طویل عرصہ تک سفر کیا، اور صدہا اولیاء اللہ اور اکابرینِ امت سے ملاقات واستفادہ فرمایا، چنانچہ بغداد جو کہ مستقر خلافت اور پوری اسلامی دنیا کا مرکز تھا، وہاں مندجہ ذیل مشائخِ وقت سے آپ کی ملاقات اور طویل عرصہ تک صحبتیں رہیں (۱) سید الاقطاب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ (۲) شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ جو کہ دونوں بزرگ صاحبِ سلسلہ ہیں (پہلے سلسلہ قادریہ کے بانی اور دوسرے سلسلۂ سہروردیہ کے بانی ہیں) ان کے علاوہ آپ نے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی اور حضرت خواجہ اوحد الدین کرمانی رحمہما اللہ کی صحبت سے بھی خوب استفادہ کیا، علاوہ ازیں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ زادہ رحمہ اللہ جو چھٹی صدی ہجری کے اولیاء عظام میں نہایت ہی بلند مقام رکھتے ہیں، ان کی خدمت میں تو آپ دوسال سے بھی زیادہ عرصہ رہے اور خصوصی فیض اٹھایا [1]

---

[1] شیخ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے اپنی معروف تصنیف ''طبقات الشافعیۃ'' میں شیخ نجم الدین کبریٰ زادہ کا نہایت بلند الفاظ سے ذکر فرمایا ہے، آپ علومِ ظاہری وباطنی کے مجمع البحرین تھے، امام فخر الدین رازی اور شیخ شہاب الدین سہروردی شیخ نجم الدین سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبۂ شہادت پر فائز کیا ۶۱۷ء میں چنگیز خان کی سرکردگی میں تاتاری لشکر اسلامی ملکوں اور علاقوں کو تاراج کرتا ہوا خوارزم کے علاقہ تک پہنچا، اس وقت آپ خوارزم کے علاقہ میں تھے آپ نے اپنے چیدہ چیدہ خدام وخلفاء کو وہاں سے چلے جانے اور مختلف ممالک وعلاقوں میں پھیل کر تبلیغ واشاعتِ دین کا کام کرنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ مجھے یہاں سے جانے کا حکم نہیں، پھر آپ اپنے سچے درویشوں کی مختصر جماعت کو لے کر میدانِ جہاد میں اتر پڑے، اور چنگیزی لشکر کے چھکے چھڑائے، آخر لڑتے لڑتے سب رفقاء سمیت شہید ہوگئے، یہ ہے صحیح اللہ والوں کی شان، کہ ایک طرف کامل شریعت کی اتباع اور دوسری طرف شریعت وتصوف کی شان اور اسی کے ساتھ جہاد وقتال اور شجاعت وبہادری کا جذبہ، جو آج کے عیش پرست اور نام نہاد تصوف وطریقت اور اپنے منہ خواجہ صاحب سے محبت کے دعویدار پیروں کے لئے بڑا چیلنج ہے۔

زمانۂ سیاحت میں حضرت خواجہ صاحب ہمدان وتبریز بھی گئے، ہمدان میں شیخ ابو یوسف ہمدانی اور تبریز میں شیخ ابوسعید تبریزی جیسے سرآمد روزگار مشائخ کا فیض اٹھایا، کہا جاتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے بھی ابتداء میں شیخ ابو یوسف ہمدانی سے فیض حاصل کیا تھا، اسی طرح اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی کی صحبت اٹھائی، پھر استرآباد تشریف لائے یہاں شیخ ناصرالدین استرآبادی رحمہ اللہ سے کسبِ فیض کیا، پھر ہرات اور وہاں سے سبزوار تشریف لے گئے، حاکمِ سبزوار محمد یادگار جو ایک رنگین مزاج اور ناؤنوش کا دلدادہ شخص تھا، اس کے تائب ہونے اور حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کا عجیب وغریب واقعہ یہیں پیش آیا، جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔

پھر بلخ تشریف لے گئے، یہاں مشہور فلسفی عالم خواجہ ضیاء الدین جو اہلِ تصوف کا سخت مخالف تھا، اس کے تائب ہونے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر روحانی درجاتِ عالیہ تک رسائی پانے کا واقعہ پیش آیا۔

پھر ہاں سے غزنی تشریف لے گئے، غزنی کے سیاسی حالات اس وقت سخت ابتر ہو چکے تھے، غزنویوں کے اقتدار کا چراغ ٹمٹما رہا تھا، غور میں سلطان علاؤالدین غوری کا آفتابِ اقبال بلند تھا، اس نے غزنی پر بھی حملہ کیا لیکن اس وقت وہ غزنی کو فتح نہ کر سکا، دوسرے سال غزنی پر تاتاریوں نے یورش کر کے سخت تباہی مچائی، شاہِ غزنی ملک شاہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ کر لاہور ٹھکانہ کیا، کچھ عرصہ بعد ملک شاہ نے پھر آکر تاتاریوں کو شکست دی اور غزنی کو واپس لیا، یہ سب پر آشوب واقعات حضرت خواجہ صاحب کی آنکھوں کے سامنے غزنی میں پیش آئے، غزنی میں شیخ عبدالواحد غزنوی سے آپ نے کسبِ فیض کیا۔

اس کے بعد آپ ہندوستان کو عازمِ سفر ہوئے، جہاں اشاعتِ اسلام کے لئے آپ کی تشکیل منامی اور خوابی بشارت کے ذریعے بہت پہلے ہو چکی تھی۔

ابھی وہ موقعہ آیا کہ سارے جہان سے ھدایت وارشاد کا فیض سمیٹ کر مجمع کمالات بن کر آپ ہندوستان وارد ہوں اور کفر وشرک میں تیرہ وتار اس وسیع ملک کو جو اپنی وسعت کی وجہ سے خود برصغیر کہلاتا ہے، نورِ ہدایت، نورِ اسلام سے ضیاء بار فرمائیں، آپ کے سامنے عالمِ اسلام جس پُر آشوب دور سے گذر رہا تھا، اس پر آپ کا دل خون کے آنسو روتا تھا ؎

زدردِ دین ہمہ پیرانِ راہ را دلہا خستہ وجگرہا کباب اند

(جاری ہے..........)

پیارے بچو! مفتی ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

عِزّت اور ذِلّت والی زندگی

پیارے بچو! کئی بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کی چیزوں پر اپنی نیت خراب کرتے ہیں، انہیں ہر وقت اچھے کھانے، پینے اور نئی سے نئی چیزوں کی طلب اور چاہت رہتی ہے، اور اپنی اس بری عادت کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہو جاتے ہیں، اور سیدھا سادھا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو دیا ہے اس پر صبر وشکر نہیں کرتے۔

پیارے بچو! انسان دنیا میں کھانے پینے اور عیش وعشرت کی زندگی گذارنے کے لئے نہیں آیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے جنت میں جانے کے لئے آیا ہے، اس لئے کھانے پینے اور عیش وآرام کو زندگی کا مقصد سمجھ لینا غلط ہے، دنیا کی لذتوں اور مزے کی خاطر اپنی عزت کو خراب کر لینا اور اپنی جان کو داؤ پر لگا دینا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

کسی زمانے میں ایک چوہا شہر میں رہتا تھا اور اس نے اپنا ٹھکانہ شہر کے ایک امیر گھرانہ میں بنا رکھا تھا، جہاں وہ اچھی اچھی اور مزے دار چیزیں کھا کھا کر عیاش ہو چکا تھا، مصالحہ دار اور چٹ پٹی چیزیں کھانے کی وجہ سے اس کی صحت خراب ہوگئی تھی، اور مرغن غذائیں کھا کھا کر وہ خوب موٹا ہو گیا تھا، مگر موٹا ہونا اس کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں تھا، کیونکہ اسے ضرورت کے وقت بھاگنے اور دوڑنے میں دقت اور پریشانی ہوتی تھی، لیکن اسی کے ساتھ یہ شہری چوہا بڑا چالاک اور زبان دراز تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بڑا عقلمند اور تمیز دار سمجھتا تھا، شہری چوہے کا ایک اور چوہا پرانا دوست تھا جو کہ شہر کی آبادی سے ہٹ کر جنگل میں رہتا تھا، جہاں وہ کھیتی، فصل اور گھاس دانہ کھا کر سادہ زندگی بسر کرتا تھا، نہ اس کو چٹ پٹی اور مصالحہ دار چیزوں کی طلب تھی اور نہ ہی مرغن غذائیں اسے پسند تھیں، جنگلی چوہا سادہ کھا پی کر اپنی زندگی گذارتا تھا، اور کھلی فضا میں سیر وتفریح اور گھومنے دوڑنے کا موقع بھی ملتا تھا، مگر شہری چوہا کھا پی کر لیٹا رہتا تھا، گھر تنگ اور شہر میں رش ہونے کی وجہ سے اُسے آزادی کے ساتھ گھومنے پھرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اور کہیں آنے جانے میں بھی بڑی مشکل پیش آتی تھی، ایک مرتبہ شہری چوہا گھر میں پڑے پڑے تنگ آ گیا اور اسے اپنے

دوست ''جنگلی چوہے'' سے ملنے کا شوق پیدا ہوا، اور اس نے غور و فکر کے بعد جنگل میں جانے کا منصوبہ بنایا ، اور کسی طرح راتوں رات چھپ چھپا کر اپنے دوست جنگلی چوہے کے پاس پہنچا، جنگلی چوہا مخلص دوست تھا، اس میں بناوٹ اور بڑائی نہیں تھی ، اس نے خیر خیریت معلوم کرنے کے بعد اپنے دوست ''شہری چوہے'' کی دانے ، غلّے اور سبزی وغیرہ لا کر خاطر تواضع کی ، مگر شہری چوہا تو چٹ پٹی ، مصالحہ دار اور چولہے پر پکی ہوئی چیزیں کھانے کا عادی تھا، اسے سادی اور نمک مرچ کے بغیر پھیکی چیزیں کیسے پسند آ سکتی تھیں، اس لئے اس نے ہر چیز کو کھاتے پیتے وقت ناک منہ چڑھایا اور ذرا ذرا سا کھانا چکھ کر تھوک دیا، اور ایک لمبا درد بھرا سانس لے کر کہا ''پیارے دوست'' تم یہاں ویران جنگل میں کتنی خشک اور پھیکی زندگی بسر کر رہے ہو، نہ کھانے پینے کا کوئی ڈھنگ ہے اور نہ رہنے سہنے اور گرمی سردی کا کوئی اچھا انتظام، کیوں نہ آپ بھی ہمارے ساتھ چل کر شہری زندگی کے مزے لوٹو، مگر جنگلی چوہے نے شہری چوہے کا شکریہ ادا کر کے شہر میں رہنے سہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے تو یہاں جنگل کی سادی زندگی ہی پسند ہے، شہری زندگی اور وہاں کا عیش و عشرت آپ ہی کو مبارک ہو، بہر حال کچھ وقت گذارنے کے بعد شہری چوہے نے اپنے گھر جانے کی اجازت چاہی اور جنگلی چوہے کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور کہا کہ شہر کے ماحول سے تم اچھی طرح واقف نہیں ہو، اس لئے بہتر ہوگا کہ تم میرے ہی ساتھ چلو، بعد میں واپس آ جانا، شہری چوہے کے زور دینے پر جنگلی چوہا تیار ہو گیا، شام کا وقت ہو چکا تھا، اور آپ کو معلوم ہے کہ شہر میں تو رات کے وقت بھی رونق رہتی ہے، اس لئے شہری چوہے کو اپنے گھر پہنچنے میں کافی مشکل پیش آئی، جگہ جگہ رک کر اور چھپ کر شہری چوہا اپنی اور اپنے دوست کی جان بچا کر گھر پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

رات کا کافی حصہ گزر گیا تھا، جنگلی چوہا کافی گھبراہٹ اور خوف و ہراس کا شکار تھا، شہری چوہے نے جنگلی چوہے کی یہ حالت دیکھ کر اسے تسلی دلائی کہ ایسی باتوں سے پریشان نہیں ہوا کرتے اور یہ کہ اس کے ساتھ روزانہ اس قسم کے خوف اور خطرے والے حالات پیش آتے رہتے ہیں، مگر جنگلی چوہے نے کہا کہ ایسی زندگی اور ایسے عیش و عشرت پر لعنت ہے، جس میں نہ سکون ہو، نہ اطمینان اور نہ ہی کوئی عزت ، ایسی خوف، خطرے اور ذلت والی زندگی سے تو مر جانا ہی بہتر ہے، رات کا بڑا حصہ گذر جانے کے باوجود شہری چوہا ابھی تک کھانے پینے اور ضیافت کے انتظام میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا، اُدھر جنگلی چوہے کو بھوک بھی سخت لگی ہوئی تھی اور نیند بھی بہت زیادہ آ رہی تھی ، کیونکہ جنگلی چوہا شام کو اندھیرا ہونے سے پہلے ہی کھا پی کر

میٹھی نیند سو جایا کرتا تھا، مگر شہری چوہا گھر والوں کے کھانے سے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہتا تھا، شہر کے لوگ دیر سے کھا کر سوتے تھے، گھر کے لوگوں کے سونے کے بعد ہی شہری چوہا اُن کے بچے کھچے کھانے سے اپنی ضرورت پوری کرتا تھا، اس لئے شہری چوہا بہت دیر سے سونے کا عادی تھا، بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ رات بھر جاگ کر دن بھر سونا پڑتا تھا، کیونکہ شہر میں دن کے وقت اپنی ضروریات پوری کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اس لئے دن کے بجائے رات کو ہی اپنی ساری ضرورتیں اور تقاضے پورے کرنے پڑتے تھے۔

شہری چوہے نے کافی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے وقت گزارا، جنگلی چوہے کے بار بار اصرار کرنے اور گھر والوں کے سو جانے کے بعد آخر آدھی رات کے قریب شہری چوہا کھانے پینے کے انتظام کے لئے نکلا، اور باہر جا کر بچے کھچے چٹ پٹے مختلف قسم کے کھانے لا لا کر رکھتا رہا، ابھی کام کافی باقی تھا کہ اتنی دیر میں بلی بھی اپنے کھانے پینے کے انتظام کے لئے وہاں آ گئی، بلی نے جب چوہے کو دیکھا تو فوراً میاؤں میاؤں کرتی ہوئی اس کی طرف بھاگ کر حملہ آور ہوئی، شہری چوہے نے کسی طرح کہیں چُھپ چُھپا کر اپنے آپ کو بچایا، جنگلی چوہا بھی اندر بیٹھا بلی کی آواز سن رہا تھا، اور اندر ہی اندر سے ڈر رہا تھا کہ کہیں بلی کسی طرح ادھر نہ آ جائے، کافی دیر اسی اُدھیڑ بن میں گزر گئی، شہری چوہے کو بلی کے باہر موجود ہونے کی وجہ سے جنگلی چوہے کے پاس جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا، جب بلی اچھی طرح کھا پی کر چلی گئی، تو شہری چوہا دُم دبا کر شرمندہ اور خوف زدہ حالت میں جنگلی چوہے کے پاس پہنچا، اور جنگلی چوہے سے معذرت کے ساتھ موجودہ کھانے سے ہی ضرورت پوری کرنے کی درخواست کی، جنگلی چوہے نے تھوڑا بہت کھایا، مگر مرچ مصالحہ زیادہ ہونے کی وجہ سے منہ میں تکلیف ہونے لگی، اور پیٹ میں بھی جلن محسوس ہونے لگی، آخر کار جنگلی چوہا ہاتھ جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور فوراً اپنے گھر جانے کی اجازت چاہی، شہری چوہے نے ٹھہرنے پر بہت زور دیا اور کہا کہ ان چیزوں سے ڈرنا نہیں چاہئے یہ تو روزمرہ کی عام چیزیں ہیں، لیکن جنگلی چوہا کسی طرح وہاں ٹھہرنے پر تیار نہ ہوا اور سوچا کہ صبح ہونے پر انسانوں کی طرف سے خطرے بڑھ جائیں گے، اس لئے راتوں رات وہاں سے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا، شہری چوہا بھی کچھ دور تک اپنے دوست کو چھوڑنے آیا، جب جنگلی چوہے کا گھر قریب آ گیا تو شہری چوہے نے واپسی کی اجازت چاہی، اور دوبارہ اپنے یہاں آنے کی دعوت دی، مگر جنگلی چوہے نے الوداع کہتے ہوئے کہا کہ میرے دوست اگر شہر میں زندگی گزارنے کا یہی طریقہ اور وطیرہ ہے تو تمہیں مبارک ہو، مجھے تو اپنے جنگل کی سادی اور عزت والی زندگی

ہی کافی ہے، ابھی شہر کی آبادی ختم نہیں ہوئی تھی اور دونوں چوہے ایک دوسرے سے الگ ہوئے ہی تھے کہ بلی کی زوردار آواز سنائی دی ''میاؤں'' ''میاؤں''۔ جنگلی چوہا تو چست و چوبند تھا، اس نے بھاگ کر جان بچالی، مگر شہری چوہا بیمار اور موٹا ہونے کی وجہ سے بلی کی پہنچ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب نہ ہوا، اور بلی کے مضبوط پنجوں اور دانتوں کی نظر ہو گیا، جنگلی چوہے نے مڑ کر یہ حالت دیکھی تو یہ شعر پڑھتا ہوا اپنے گھر کی طرف لپکا ؎

ملے خشک روٹی جو باعزت رہ کر وہ ہے خوف وذلت کے حلوے سے بہتر
جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو بھلی اس محل سے جہاں کچھ خطر ہو

پیارے بچو! آپ نے دیکھ لیا کہ عیش وعشرت کی ذلت اور خطرے والی زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ عزت اور اطمینان والی سادی زندگی گزاری جائے۔ لہٰذا جو بچے سادہ زندگی گزارتے ہیں اور دوسروں کی چیزوں کے پیچھے نہیں پڑتے اور عیش پرستی کے طلب گار نہیں ہوتے وہ اُن بچوں سے بہتر ہیں جو دوسروں کی چیزوں میں عیش تلاش کر کے اپنے آپ کو ذلیل اور رُسوا کرتے ہیں۔

کیا تمہیں حیا نہیں آتی ؟

ایک رات آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگوں کیا تمہیں حیا نہیں آتی ؟

حاضرین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کس بات سے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس بات سے کہ تم اتنا مال جمع کرتے ہو، جس کو کھا نہیں سکتے، ایسی عمارتیں بناتے ہو، جن میں تمہیں رہنا نصیب نہ ہوگا، اور ایسی امیدیں باندھتے ہو جن کو تم پا نہیں سکو گے، کیا تمہیں ان باتوں سے حیا نہیں آتی (رواہ الطبرانی)

اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو ہمہ وقت دنیا کا مال جمع کرنے اور سمیٹنے میں لگے ہوئے ہیں، جس کی ان کو اس دنیا کی مختصر زندگی میں ضرورت نہیں، جو ایسی بلند وبالا اور حسین وجمیل عمارتوں کو تعمیر وترقی میں لگے ہوئے ہیں، جس میں انہیں اس دنیائے فانی میں معتد بہ وقت تک رہنا نصیب نہ ہوگا، اور جو ایسے پروگرام اور آرزوئیں قائم کرنے اور ترتیب دینے کی کوشش کر رہے ہیں، جن کی اس حقیر زندگی میں تکمیل نہ ہو سکے گی، لہٰذا غیرت وحیا کا تقاضا یہ ہے کہ ان حقیر وذلیل چیزوں کو چھوڑ کر قیمتی دولت کی طرف بڑھا جائے، جو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں میں ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

بزمِ خواتین مفتی محمد امجد

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

راحت وسکون والی پاکیزہ زندگی

اے خواتین! تم گھروں کی زینت ہو، گھروں کو بسانا چاہتی ہو، زندگی کو خوش عیش وباسکون بنانا چاہتی ہو، اس کے لئے جائز حدود میں رہ کر دنیوی تدبیریں تو بے شک کرو لیکن اس کا اصل طریقہ ایک اور ہے، جس کی کچھ تفصیل آپ کو بتلائی جاتی ہے: ہمارے جامع اور مکمل دین کے احکام مرد وعورت دونوں کے لئے ہیں، شریعت کا خطاب دونوں سے برابر ہے، البتہ دونوں کی تخلیق اور صنف وھیئت میں جو فرق ہے اس کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، اس لئے بہت سے احکام دونوں کے لئے الگ الگ نوعیت کے ہیں۔ لیکن حاصل اور نتیجہ دونوں کا ایمانی زندگی کے رنگ میں رنگنا اور عبدیت وبندگی کے تقاضے پورے کرنا ہے، جس کے لئے شرعی اعمال پر عمل پیرا ہونے اور دین کے احکام بجالانے کی صورت میں دونوں ہی سے اجر وثواب اور نجات کا وعدہ ہے، جیسا کہ اس آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل رکوع ۱۹)

ترجمہ: جو کوئی بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو تو ہم ان کو بڑی پرُلطف زندگی عطا کریں گے، اور ضرور ان کے اعمال کا اچھے سے اچھا بدلہ دیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْراً (النساء رکوع ۱۵)

ترجمہ: اور جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

اوپر والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن مرد وعورت سے نیک اعمال کی صورت میں ''حیٰوۃ طیبہ'' عطا فرمانے کا پکا وعدہ فرمایا ہے، حیٰوۃ طیبہ جس کا مطلب پُرلطف وپاکیزہ زندگی ہیں، اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ

کیا ہے؟

حیٰوۃ طیبہ کا دائرہ بہت وسیع ہے، دنیا، برزخ اور آخرت تینوں جہاں اس میں شامل ہیں، دنیا میں حیٰوۃ طیبہ کی کیا شکلیں ہیں؟ اس کی وضاحت سے پہلے عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت میں حیٰوۃ طیبہ کا مفہوم مختصراً ملاحظہ ہو۔

...... عالم برزخ میں پاکیزہ زندگی:

عالمِ برزخ یعنی ہر انسان کی موت سے لے کر قیامت تک اس پر جو حالات گزرتے ہیں وہ عالمِ برزخ کا حصہ ہیں، اور اس عالَم میں حیٰوۃ طیبہ کا مطلب یہ ہے کہ اس پورے دورانیے میں جو ہر انسان کی دنیوی زندگی کے دورانیے سے کئی گنا زیادہ ہے وہ اگرچہ جنت میں تو نہیں ہوتا لیکن جنتیوں کے گروہ میں ہونے کی وجہ سے وہ جنت کی راحت و آرام اور انعام کا ایک حصہ پاتا ہے، اور یہ طویل زمانہ اس پر بہت آسانی کے ساتھ تیزی سے گزرتا چلا جاتا ہے، احادیثِ مبارکہ میں پوری وضاحت کیساتھ اس حیٰوۃ طیبہ کی مختلف صورتیں مذکور ہیں، مثلاً:

(۱)...... ’’اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرٌ مِّنَ النَّارِ‘‘ (ترمذی، بیہقی وابن ابی الدنیا، بحوالہ فیض القدیر)

’’کہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے‘‘

مطلب یہ کہ بندۂ مومن اور صالح کو عالمِ برزخ اور قبر میں ایک طرح سے جنت جیسا عیش و آرام ملتا ہے۔

(۲)...... یعنی مومن صالح کے لئے قبر ستر ہاتھ لمبائی میں اور ستر ہاتھ چوڑائی میں کشادہ و وسیع ہو جاتی ہے، پھر وہ قبر اس کے لئے منور و روشن کر دی جاتی ہے، پھر اس کو کہا جاتا ہے سو جا! وہ کہتا ہے (فرحت ومسرت سے مغلوب ہو کر) میں اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کو خبر دوں (کہ قبر میں میرا کیا اعزاز و اکرام ہوا) تو فرشتے کہتے ہیں بس تو دلہن کی طرح سو جا جس کو اس کا سب سے زیادہ چاہنے والا ہی آکر اٹھاتا ہے اس طرح قیامت تک کے لئے اسے سکون کی نیند سلا دیا جاتا ہے (مشکوٰۃ ص ۲۵ از ترمذی)

...... عالمِ آخرت میں پاکیزہ زندگی:

عالمِ آخرت میں حیٰوۃ طیبہ کے جو نقشے ہوں گے وہ تو وہم و گمان سے باہر ہیں، جیسے کہ حدیث شریف میں جنت کی نعمتوں کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا کھٹکا گذرا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں اس کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

اَلْمُرَادُ بِالْحَیَاۃِ الطَّیِّبَۃِ اَلْحَیٰوۃُ الَّتِیْ تَکُوْنُ فِی الْجَنَّۃِ اِذْھُنَاکَ حَیٰوۃٌ بِلاَ مَوْتٍ وَغِنًی بِلاَ فَقْرٍ وَصِحَّۃٌ بِلاَ سَقَمٍ وَمُلْکٌ بِلاَ ھَلَکٍ وَسَعَادَۃٌ بِلاَ شَقَاوَۃٍ (ج۸ص۲۲۷)

ترجمہ:......حیٰوۃ طیبہ سے مراد وہ زندگی ہے جو جنت میں حاصل ہوگی کیونکہ وہاں ایسی زندگی ملے گی جس کے پیچھے موت نہ ہوگی، ایسی مالداری اور فراخی حاصل ہوگی جس کے بعد کبھی فقر وافلاس نہ ہوگا، ایسی صحت عطا ہوگی جس کے ساتھ بیماری کا کھٹکا نہ ہوگا، اور ایسی بادشاہی ملے گی جس کو کبھی زوال نہ ہوگا اور ایسی سعادت و نیک بختی نصیب ہوگی جس کے بعد کبھی شقاوت وبدبختی، محرومی ونامرادی، بدقسمتی وبدنصیبی کا نام ونشان نہ ہوگا۔

......عالمِ دنیا میں پاکیزہ زندگی:

جن اعمالِ صالحہ کے نتیجے میں یہ برزخ وآخرت کی "حیٰوۃ طیبہ" حاصل ہوگی وہی اعمال اور اسلامی زندگی دنیا میں بھی حیٰوۃ طیبہ کے عطا ہونے کی ضامن ہیں، گویا کہ اعمالِ صالحہ اور اسلامی زندگی کا ثمرہ آخرت کی نعمتوں کے وعدوں کی صورت میں صرف ادھار نہیں بلکہ نقد اس دنیا میں بھی اس کا کافی حصہ عطا ہوتا ہے، دنیا میں حیٰوۃ طیبہ کا مطلب یہ کہ آدمی کی طبعیت میں قناعت ہو تکلفات سے پاک سادہ زندگی گذارنے کی عادت ہو، قضاوقدر کے فیصلوں پر راضی ہو، دنیا بڑھانے کی حرص اور طمع سے آزاد ہو، پریشانی اور تنگی کے حالات بھی اگر اس پر آئیں تو آخرت میں ان تکالیف پر اجر ملنے کی امید پر اس کا دل مطمئن ہو، مومن کے لئے ثواب کی امید اور اللہ پر بھروسہ تسلی کا بہت بڑا سامان ہے۔

مومن کا ایمان جتنا قوی ہوتا ہے اور اعمال میں وہ جتنی ترقی کرتا ہے اس کا دل دنیا کی ناگواریوں کو سہنے کے لئے اُتنا ہی تیار و مضبوط ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ دنیا کو دارالامتحان سمجھتا ہے، اور اپنے رب سے محبت اور اس کی ملاقات کا شوق اسے دنیا کی مادی خوشیوں اور عیش کوشیوں کی حرص سے بیگانہ کر دیتا ہے، وہ دنیا سے لمبی چوڑی امیدیں ہی نہیں باندھتا جن کے پورا نہ ہونے کا اس کو غم ہو، وہ ہر حال میں خوش ہے، جھونپڑی میں بھی رہے تب بھی بادشاہوں جیسی راحت اور طمانیت محسوس کرتا ہے، جبکہ اللہ کے نافرمان اور کافر کی زندگی ان مذکورہ جذبات اور احساسات سے خالی ہوتی ہے، وہ دنیا ہی کو اصلی گھر سمجھتا ہے اور اس کی خوشیوں اور

نعمتوں کو اپنا مقصود سمجھتا ہے، قناعت اور رضا بالقضاء اور آخرت کی نعمتوں کے شوق سے اس کا دل خالی ہوتا ہے، وہ اپنی دنیوی زندگانی ہی کو ہر طرح سے رنگین و بافراغت اور پُر راحت بنانا چاہتا ہے، یہی حرص اس کو کسی پل چین نہیں لینے دیتی، قارون جتنا خزانہ بھی ہاتھ آئے تب بھی اس کے دل سے ''ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ'' ہی کی تمنائیں اٹھتی ہیں، اور دنیا کے زائل ہونے اور موت کے آنے اور دنیا کے مصائب میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے اس کی زندگی اطمینان سے خالی ہوتی ہے، اور اس کا دل سکون وقرار سے فارغ ہوتا ہے، دنیا کی ساری نعمتیں پاکر بھی وہ بے قرار اور مضطرب ہوتا ہے۔ حقیقی چین وسکون تو دل کا چین وسکون ہے وہ حاصل نہ ہو تو باہر کی نعمتیں اور آسائشیں انسان کی زندگی کو پر سکون نہیں بنا سکتیں، یہ تو محض اسبابِ راحت ہیں، راحت وقرار ان کو مستلزم نہیں اور نہ ان پر موقوف ہے، راحت کی حقیقت تو اطمینانِ قلب (یعنی دل کا اطمینان) ہے اور اس کے حصول کا اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راستہ رکھا ہے، وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق، جیسے کہ ارشاد ہے:

''اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ'' (الآیۃ) یعنی ''خبردار رہو کہ اللہ کی یاد سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو دنیا کی ساری چیزیں دے دیتے ہیں لیکن اطمینانِ قلب کی یہ دولت صرف اپنے فرمانبرداروں کو ہی دیتے ہیں، اور یہ ایک ہی دولت وہ حقیقی دولت ہے جس کے سامنے دنیا کی ساری مادی دولتیں ذرہ برابر بھی وزن نہیں رکھتیں، آج دنیا نے بہت کچھ حاصل کر لیا لیکن یہ ایک چیز کھودی، یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا اور صحیح تعلق جس کے نتیجے میں سب کچھ پاکر بھی دنیا بے چین ہے، آج ایک فرد سے لے کر پوری قوم تک اور ایک گھر سے لے کر پورے ملک تک سارے لوگ دنیا کے سارے سامانِ راحت پاکر بھی حقیقی اطمینان و دکھ کے لئے ترس گئے ہیں، غم غلط کرنے کے لئے عیاشی اور رنگینی کے ہم نے بہت سے سامان اکٹھے کر لئے لیکن ان سب کی مثال شراب کے نشے کی سی ہے، کچھ دیر غم غلط کرنے کے لئے لوگ نشہ کر کے سرمست و مدہوش ہو جاتے ہیں، پھر جب ہوش آتا ہے تو وہی ماجرا ہوتا ہے ؎

برہنہ پائی وہی ہوگی نیا خارزار ہوگا

آج ہر ایک بے برکتی اور بے سکونی کا رونا روتا ہے، زندگی میں بے برکتی، وقت میں بے برکتی، مال میں بے برکتی، جسم وجان میں بے برکتی و بے سکونی، حالانکہ ظاہری راحت کے سارے سامان ہمیں حاصل ہیں ہم نے اس درد کا درمان دنیا کے ساز و سامان کی کثرت و وسعت کے ساتھ کرنا چاہا، لیکن ناکام رہے،

کیونکہ ائر کنڈیشن کی ٹھنڈک اور مولٹی فوم کے نرم گرم بچھونے ہماری چمڑی کو تو راحت پہنچا سکتے ہیں لیکن رب کو فراموش کرنے کی وجہ سے ہمارے دل ودماغ پر اس کے غضب وناراضگی کے کوڑے برس رہے ہوں تو ظاہری بدن کی خوش عیشی دل کی اس بے چینی کو کس طرح دور کر سکتی ہے؟

مولائے رومی نے مثنوی شریف میں اللہ کے نافرمانوں کی اس حالتِ زار کا یوں نقشہ کھینچا ہے ؎

از بیروں چوں گورِ کافر پُر خلل واز اندروں قہرِ خدائے عزّ وجلّ

ترجمہ: اللہ کے نافرمان کی مثال کافر کی قبر کی طرح ہے، کہ جو ظاہر میں تو بناوٹ سجاوٹ اور شان وشوکت لیے ہوئے ہے، لیکن اندر سے اللہ کے عذاب میں مبتلا ہے۔

جو اللہ کو فراموش کو بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جانوں سے بھی بُھلا و بھٹکا دیتے ہیں، خدا فراموشی کی سزا خود فراموشی ہے، جو اپنی حقیقت وہستی کو ہی بھول جاتا ہے، سرابوں اور خیالی دنیاؤں کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ قرآن آج بھی پکار پکار کر ہم سے یہی مطالبہ کرتا ہے: ''وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ'' یعنی ''تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا تو نتیجۃً اللہ نے ان کو ایسی خود فراموشی میں مبتلا کر دیا کہ اپنی جانوں سے ہی بے خبر ہو گئے ؎

غمِ دنیائے فانی میں جنہیں بیحد بڑی پایا ہمیشہ ڈپریشن کی کھاتے ہیں دوا یہ شاداں

معزز خواتین! اگر اپنی ہستی کو پانا چاہتی ہو اور اپنی زندگیوں میں اُس برکت، طمانیت اور سکون کو واپس لانا چاہتی ہو، اور قبر وآخرت میں بھی سکون وراحت کی طلب گار ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے مومن مرد وعورت دونوں سے حیوٰۃِ طیبہ کی صورت میں وعدہ فرمایا ہے، تو اسلامی زندگی کو اپناؤ! اعمالِ صالحہ کو بجالاؤ! اپنے رب کو مناؤ! اپنے نفوس کی اصلاح کرو!

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل دارالافتاء

کیا عورت مَردوں کی امامت کراسکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
18 مارچ 2005ء کو امریکہ کے ایک چرچ کے باہر افریقہ سے تعلق رکھنے والی خاتون ''آمنہ ودود'' نے مَردوں اور عورتوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور جمعہ کا خطبہ بھی دیا، خبروں کے مطابق مقتدیوں میں ملعونِ زمانہ سلمان رشدی بھی موجود تھا اور اس کی قریبی عزیزہ اسریٰ نعمانی بھی شامل تھی، اور باقی صرف وہ لوگ موجود تھے جو ایک یہودی ادارے ''کونسل برائے فروغِ تعلقاتِ اقوام'' کے ممبر ہیں، اور خود سلمان رشدی اس ادارے میں اسلامیات کا استاد ہے، ذرائع کے مطابق اسریٰ نعمانی کراچی میں قتل ہونے والے امریکی یہودی صحافی ڈینیل پرل کی قریبی دوست بھی تھی، جس کا تعلق بھارت سے ہے، یہی خاتون اس صحافی کو کراچی لائی تھی، اور یہ صحافی بھی اس کونسل کا ممبر تھا، آپ سے گذارش ہے کہ عورت کی مَردوں کی امامت وخطابت اور وہ بھی جمعہ کی نماز میں کرانے کی شرعی حیثیت اور موجودہ حالات کے تناظر میں اس کے پسِ منظر میں چھپے ہوئے دشمنوں کے عزائم پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں۔ مستفتی اسلم کبیری۔ اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: تمام مخلوقات کو وجود سے بخشنے والی ذات ''اللہ تعالیٰ'' کی ہے، اس ذات پاک نے جس طرح ساری مخلوق کو وجود بخشا اسی طرح اپنی مخلوقات میں درجات اور عہدوں کی بھی ترتیب قائم فرمادی، اور اپنی مخلوق کے درمیان باہم تفاوت بھی رکھ دیا، اسی ترتیب وتفاوت کا اظہار کہیں جمادات ونباتات میں ظاہر ہوا، کہیں حیوانات اور انسانوں میں، اور اسی فطری اور اصلی قانون کا ایک اثر اس شکل میں ظاہر ہوا کہ عورتوں اور مَردوں کو دو الگ الگ جنس بنا کر پیدا فرمایا، اور ان دونوں جنسوں کی ذمہ داریوں اور منصبوں کی تقسیم وترتیب بھی خود ہی فرمادی، چنانچہ نبوت ورسالت کے شرف کے لئے مَردوں کا انتخاب فرمایا، خواتین کو یہ عہدہ عطا نہیں فرمایا، آدمی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف فرمائی (جو کہ مرد تھے) نہ کہ حضرت حوا علیہا السلام کی طرف (جو کہ خاتون تھیں) انسانیت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائی، نہ کہ حضرت حوا علیہا السلام سے، حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا

فرما کر ’’جنسِ مرد کی‘‘ ’’جنسِ عورت‘‘ پر برتری اور فضیلت ظاہر فرمادی۔

شریعتِ مطہرہ نے نماز کی امامت کا عہدہ بھی اصلاً ’’جنس مرد‘‘ کو ہی سپرد فرمایا، ’’مرد‘‘ کی ماتحتی اور اقتداء میں تو ’’عورت‘‘ کی نماز کو تو درست قرار دیا، مگر ’’عورت‘‘ کی اقتداء میں ’’مرد‘‘ کی اقتداء کو درست اور صحیح قرار نہیں دیا، کیونکہ ’’عورت‘‘ ’’مرد‘‘ کی مقتداء (امام) نہیں بن سکتی، البتہ مقتدی بن سکتی ہے۔

حدیث شریف میں عورت کو مرد کے مقابلے میں ’’ناقصُ العقل اور ناقصُ الدین‘‘ فرمایا گیا ہے، اور کامل کو ناقص کی اقتداء درست نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے مبارک دور میں امامت کا فریضہ آنحضرت ﷺ نے خود اور آپ کی غیر موجوگی میں آپ کے صحابۂ کرام نے انجام دیا، نہ کہ کسی مقدس سے مقدس خاتون صحابیہ نے۔

آپ ﷺ اگر ایک طرف امت کے روحانی والد کا مقام رکھتے ہیں تو آپ کی ازواجِ مطہرات امت کے لئے روحانی والدہ کا درجہ رکھتی ہیں، اگر ’’عورت‘‘ میں ’’مرد‘‘ کی امام بننے کی صلاحیت ہوتی اور عورت کا مرد کی امام بننا جائز ہوتا تو آپ ﷺ کم از کم اپنی غیر موجودگی میں ایک مرتبہ تو کئی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک زوجہ مطہرہ کو (جن میں دینی علم کا بلند ترین مقام رکھنے والی خاتون ’’حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا‘‘ بھی شامل ہیں) امامت کا عہدہ سپرد فرما سکتے تھے (جبکہ حضور ﷺ نے بہت سے کام صرف امت کے حق میں جائز قرار دینے کے لئے انجام دیئے ہیں) لیکن پورے ذخیرۂ احادیث اور آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے اوراق الٹ کر دیکھ لئے جائیں، کوئی ایک حوالہ ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس میں ازواجِ مطہرات جیسی خواتین (جن کی تعریف وتوصیف کی قرآن مجید گواہی اور شہادت دیتا ہے) کا آپ ﷺ نے اپنی غیر موجودگی میں مَردوں کی عام نمازوں میں مامت چہ جائیکہ پر جمعہ کی نماز میں امامت وخطابت کے لئے منتخب فرمایا ہو، پھر آپ ﷺ کے وصال کے بعد حیات رہنے والی ازواجِ مطہرات (ساری امت کی روحانی ماؤں) کی موجودگی میں بھی ان کی روحانی اولاد (صحابۂ کرام ہی) کا ہی امامت وخطابت کے عہدہ کو انجام دینا ثابت ہے۔

صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کا مبارک دور بھی عورت کے مَردوں کی امامت وخطابت کرنے سے خالی نظر آئے گا، جبکہ صحابیات میں علم کی پہاڑ ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا‘‘ اور خواتینِ جنت کی سردار ’’حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا‘‘ بھی شامل ہیں، پھر تابعین، تبع تابعین، فقہائے کرام اور محدثینِ عظام کا

مبارک دور آتا ہے وہ بھی سارا عورت کی مَردوں کی امامت وخطابت کرنے سے خالی ہی نظر آتا ہے۔
محدثینِ عظام کی طویل ترین احادیث کی کتب کے ایک ایک ورق کو چھان لیجئے کہیں بھی عورت کو مرد کی امامت کے صحیح ہونے کا کوئی باب یا کوئی معتبر وصحیح حدیث اور روایت نہیں دکھلائی جاسکتی۔
اس کے بعد امت کے مسلمہ فقہائے کرام اور ان کے مختلف مسالک کی کتابوں کی ورق گردانی کی جائے، کہیں اور کسی جگہ بھی عورت کے مرد کی امامت وخطابت کے صحیح ہونے کا حوالہ نہیں دکھلایا جاسکتا۔
پھر اس امت کے چودہ سو سالہ گزرے ہوئے دور میں بے شمار اللہ والی خواتین کے ایک طویل سلسلے پر نظر ڈالئے، جس میں رابعۂ بصریہ جیسی خواتین بھی شامل ہیں، اپنے اپنے دور کی محدثہ، عالمہ، فقیہہ، مفسرہ، عابدہ زاہدہ جیسی صفات کی حاملین خواتین کی زندگی کا ایک ایک کر کے مطالعہ کرتے جایئے، باوجود تمام تر دینی خدمات کے مَردوں کی امامت وخطابت باپردہ طریقے پر انجام دینے کا ذکر نہیں دکھلایا جاسکتا۔
سوال میں مذکور خاتون کے طرزِ عمل نے تو چودہ سو سالہ پورے دین کے اصل مفہوم کی دھجیاں اڑا کر تمام اصولوں کو نظر انداز کر دیا۔
حضور ﷺ کے دور میں آپ ﷺ کی اقتداء میں خاص ضرورت اور مصلحت کے تحت نماز پڑھنے کے لئے مسجدِ نبوی میں حاضر ہونے والی خواتین کو بھی مَردوں اور بچوں کی صفوں میں سب سے پیچھے رکھا جاتا تھا۔
ایک حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

''خَیْرُ صُفُوْفُ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَیْرُ صُفُوْفُ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا'' (رواه مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه وطبرانی کبیر)

''یعنی مَردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے اور کمترین صف آخری ہے، اور خواتین کی بہترین صف بالکل آخری صف ہے اور کمترین صف پہلی صف ہے''

گویا کہ مَرد کی اقتداء کرتے ہوئے خواتین کی جو صف مَردوں کی صف سے قریب تر ہو اور مَردوں کی جو صف خواتین کے قریب تر ہو وہ شر وفتنہ والی بن جاتی ہے، یعنی عورت کا مرد کے اور مرد کا عورت کے قریب ہونا شر وفتنہ کو بڑھا دیتا ہے اور خواتین کی جو صف مَردوں کی صف سے بعید تر ہو اور مَردوں کی جو صف خواتین کی صف سے بعید تر ہو وہ خیر وبھلائی والی بن جاتی ہے، یعنی عورت کا مرد سے اور مرد کا عورت سے دور ہونا خیر اور بھلائی کو بڑھا دیتا ہے۔

ایک طرف تو شریعت کی یہ تعلیم ملاحظہ فرمایئے اور دوسری طرف سوال میں مذکورہ خاتون کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمایئے جس میں عورت نے مَردوں کی صف کے قریب کے بجائے سب سے آگے ہوکر عورتوں اور مَردوں کی جمعہ کی نماز میں امامت وخطابت انجام دی ہے، اور عورت ومرد مخلوط طریقے پر صفوں میں شامل ہوئے ہیں۔ اس کے شروفساد کی کیا حدود وانتہاء ہوگی؟

احادیث وروایات میں تو عورتوں کی مَردوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بجائے گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب آئی ہے، اور مَردوں کو نماز پڑھانے کا درجہ تو اس سے بھی زیادہ ہے، بطورِ نمونہ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

﴿۱﴾......اُم المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کی سب سے بہتر مسجد ان کے گھر کا اندرونی حصہ ہے (احمد والطبرانی فی الکبیر، وابن خزیمہ)

﴿۲﴾ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی وہ نماز جو اس کے کمرہ میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو دالان میں ہو، اور اس کی وہ نماز جو دالان میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو گھر کے صحن میں ہو اور اس کی وہ نماز جو گھر کے صحن میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو اس کے قبیلہ (محلّہ) کی مسجد میں ہو (رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۴۱)

﴿۳﴾ عورت کی سب سے زیادہ محبوب نماز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اس نے اپنے گھر کی نہایت ہی تاریک کوٹھری میں پڑھی ہو (الطبرانی فی الکبیر الترغیب ج ۱ ص ۱۴۲)

﴿۴﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو مگر ان کا گھر ان کے لئے (مسجد سے) بہتر ہے (رواہ ابوداؤد فی الصلوٰۃ، احمد، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۴۱)

﴿۵﴾ ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عورت چُھپانے کی چیز ہے، وہ جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور عورت اپنے گھر کے سب سے اندرونی حصے ہی میں اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہوتی ہے (رواہ الطبرانی فی الاوسط والترمذی)

﴿۶﴾ حضرت اُمِّ حُمید رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق رکھتی ہو، مگر تمہاری وہ نماز جو اندرونی کوٹھری میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو کمرہ میں

Idara Ghufran

ہواور تمہاری وہ نماز جو کمرہ میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو گھر کے احاطہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز جو گھر کے احاطہ میں ہو، اُس نماز سے بہتر ہے جو محلّہ کی مسجد میں ہو، اور تمہاری وہ نماز جو محلّہ کی مسجد میں ہو اُس نماز سے بہتر ہے جو میری مسجد (یعنی میرے پیچھے مسجد نبوی) میں ہو، چنانچہ (حضرت اُمِّ حمید رضی اللہ عنہا نے گھر والوں کو) کہہ کر اپنے کمرے کے کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا، نماز پڑھنے کی جگہ بنوائی وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا (احمد وابنِ حزیمة وابنِ حبان)

ظاہر ہے کہ خواتین یہ فضائل بغیر جماعت کے اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ کر ہی حاصل کر سکتی ہیں۔

اب حضور ﷺ کے مبارک دور میں آپ ﷺ کی اقتداء میں جو خواتین (خاص مصلحت کے تحت، جس کی بعد میں ضرورت نہ رہی) نماز پڑھنے کیلئے حاضر ہوتیں تھیں ان پر کئی پابندیاں لازم تھیں۔

چنانچہ آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والی خواتین میں اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ نماز ختم ہونے کے بعد مَردوں کے اُٹھنے سے پہلے عورتیں اٹھ کر چلی جاتی تھیں، اور اس کے لئے باقاعدہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی جگہوں پر بیٹھے رہتے تھے تاکہ ایک ساتھ اٹھنے کی وجہ سے مَردوں اور خواتین کا اختلاط لازم نہ آئے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے:

اِنَّ النِّسَاءَ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَکْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَمَنْ صَلّٰی مِنَ الرِّجَالِ مَاشَاءَ اللّٰہُ، فَاِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَامَ الرِّجَالُ (الصحیح للامام البخاری ج ا ص ۱۱۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں جب فرض نماز سے سلام پھیر لیتیں تو کھڑی ہو جاتی تھیں (اور گھروں کی طرف چلی جاتی تھیں) رسول اللہ ﷺ اور بقیہ نمازی (یعنی صحابۂ کرام) بیٹھے رہتے، پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھ جاتے تو دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔

ایک اور روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ مَکَثَ قَلِیْلاً وَکَانُوْا یَرَوْنَ اَنَّ ذَالِکَ کَیْمَا یَنْفُذُ النِّسَاءُ قَبْلَ الرِّجَالِ (سنن ابی داؤد ج ا ص ۱۴۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیر لیتے تو تھوڑی دیر ٹھہرتے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

سمجھتے تھے کہ یہ (ٹھہرنا) اس لئے ہوتا تھا تاکہ عورتیں مَردوں سے پہلے نکل جائیں۔

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

والحدیث فیه انه یستحب للامام مراعاة المامومین والاحتیاط فی الاجتناب ماقد یفضی الی المحذور واجتناب مواقع التهم وکراهة مخالطة الرجال والنساء فی الطرقات فضلا من البیوت (فتح الباری ج۲ ص ۳۳۶، ویلاحظ ایضا عون المعبود ج۳ص ۲۵۳، وبذل المجهود ج۲ ص ۱۵۶)

ترجمہ: از روئے حدیث امام کو مقتدیوں کے حالات کی رعایت کرنا مستحب ہے اور خرابی پیدا کرنے والے امور سے احتیاط کرنی چاہیئے اور تہمت کے مواضع سے اجتناب کرنا چاہیئے اور (اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ) مَردوں اور عورتوں کا راستوں میں بھی اختلاط مکروہ ہے چہ جائے کہ گھروں میں (اور مسجدوں میں)

مرد امام سے اگر غلطی ہوجاتی تو خواتین کو یہ ہدایت تھی کہ وہ مَردوں کی طرح زبان سے غلطی تنبیہ کرنے کے بجائے ہاتھ کی ہتھیلی پر الٹا ہاتھ مار کر تنبیہ کریں اور اپنی زبان سے کچھ نہ بولیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه **اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اَلتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ** (سنن ابن ماجه)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ (امام کے نماز میں غلطی ہوجانے پر تنبیہ) مَرد حضرات تسبیح پڑھ کر اور خواتین ہتھیلی پر ہاتھ مار کر کریں گی“

علامہ مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وخص النساء بالتصفیق صونا لهن عن سماع کلامهن لو سبحن (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۳، حدیث نمبر ۳۴۰۲)

”مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ مارنے کا حکم اس لئے خاص کیا گیا تاکہ تسبیح کی صورت میں اُن کی آواز برآمد نہ ہو“

جب خواتین کو مَردوں کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے زبان پر اتنی پابندی لگائی گئی ہے تو جو خاتون

نماز جمعہ میں امامت وخطابت انجام دے گی وہ تو پوری نماز اور پورا خطبہ اپنی زبان سے نامحرموں کو سنائے گی اور خطبہ میں لوگوں کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے بے پردگی کے گناہ کی بھی مرتکب ہوگی جس کے گناہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں اور جب یہ سب کچھ دین کے نام پر ہوگا تو اس کی قباحت اتنی زیادہ ہوجائے گی جس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہوگا۔

مَردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع اسلامی تعلیمات کی رو سے عام حالات میں بھی بہت سنگین گناہ ہے، تو نماز جیسی عبادت ادا کرتے ہوئے مَردوں عورتوں کا اکٹھے مل کر کھڑے ہونا کس قدر اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والا عمل ہوگا؟

نماز پڑھانے اور خطبہ دینے والی خاتون کا نومسلم ہونا اس معاملہ کو اور زیادہ مشکوک بنا دیتا ہے۔ پوری دنیا کے اصل مسلمانوں کو چھوڑ کر ایک نومسلم خاتون کا یہ اقدام کسی بڑے فتنہ کی پیشین گوئی کی نشاندہی کرتا ہے۔

مقتدیوں میں ملعونِ زمانہ سلمان رشدی، اسریٰ نعمانی اور یہودی ادارے کے ممبروں کی شرکت سے اس بات کا اندازہ کرنا دشوار نہیں ہے کہ یہ جمعہ کی نماز یہود ونصاریٰ کی طرف سے امتِ مسلمہ میں فتنہ وفساد اور انتشار پھیلانے کی کتنی بڑی سازش ہے، ورنہ یہودیوں کو ایک اسلامی عبادت کا اتنا شوق سمجھ سے بالاتر ہے، تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں کہ مختلف چیزوں پر دین کا لیبل لگا کر کیسی کیسی سازشیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد یونس ۱۴۲۶/۳/۸ھ، دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی

الجواب صحیح محمد رضوان ۱۴۲۶/۳/۸ھ

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

پہلے اور آج کے حکمرانوں کے فیصلہ کا فرق

کسی دانش مند نے ایک ہزار دینار (اس دور کے قیمتی سکے) ایک پنساری کے پاس امانتاً رکھے، اور سفر پر چلا گیا، کچھ عرصہ بعد وہ سفر سے واپس آیا اور پنساری سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا، پنساری مُکر گیا (اور امانت سے ہی انکاری ہوگیا) کہ میرے پاس تو نے کوئی رقم نہیں رکھوائی، دانش منداس سے اُلجھ پڑا، لوگ جمع ہوگئے اور الٹا دانش مند ہی کو جھٹلانے لگے، اور کہنے لگے کہ یہ دوافروش (پنساری) تو نہایت دیانتدار شخص ہے، کبھی اس نے خیانت نہیں کی، اگر تو اس سے اُلجھے گا تو پریشانی میں پڑ جائے گا، دانش مند عاجز آ گیا، اور سب حال ایک کاغذ پر لکھ کر بادشاہ کو پیش کیا، بادشاہ نے کہا جا اس پنساری کی دکان پر تین دن تک بیٹھا رہ اور اس سے کچھ بات نہ کر، چوتھے دن میں اس طرف سے گذرونگا، اور تجھے سلام کروں گا، تو سلام کے جواب کے علاوہ کوئی بات بھی مجھ سے نہ کر، جب میں وہاں سے گزر جاؤں تب تو پنساری سے اپنی رقم کا مطالبہ کر اور وہ جو بھی جواب دے مجھے اس سے مطلع کر، دانش مند بادشاہ کے حکم کے مطابق پنساری کی دکان کے پاس بیٹھا رہا، چوتھے روز بادشاہ شاہانہ کرّ وفر کے ساتھ اس طرف سے گزرنے لگا، جب اس دانش مند کو وہاں بیٹھے دیکھا تو اپنا گھوڑا روک لیا، دانش مند کو سلام کیا، دانش مند نے سلام کا جواب دیا، بادشاہ نے پوچھا کہ ارے بھائی تم کبھی ہمارے پاس نہیں آتے اور اپنے کچھ حال احوال نہیں بتلاتے، دانش مند نے بس سر کے اشارے سے جواب دیا اور کچھ نہ کہا، دوافروش (پنساری) یہ سب ماجرا دیکھ رہا تھا، اور اندر سے ڈر بھی رہا تھا (کہ یہ بادشاہ کا تعلق دار ہے، کہیں بادشاہ سے میری شکایت نہ کردے) جب بادشاہ چلا گیا، تو پنساری دانش مند سے بولا جب آپ نے مجھے رقم حوالے کی تھی میں کہاں تھا اور کون آدمی اس وقت میرے پاس تھے، دوبارہ بیان کر کہ شاید میں بھول گیا ہوں گا (اور تفصیل معلوم ہونے پر یاد آ جائے) دانش مند نے سب تفصیل دوبارہ اس کے گوش گذار کی، پنساری نے کہا تو سچ کہتا ہے اب مجھے یاد آیا، مختصر یہ کہ پنساری نے ہزار دینار دانش مند کو لوٹا دیے اور اس سے عذر معذرت بھی

کی (حکایاتِ لطیف فارسی ص ۵)

اس واقعہ سے پہلے دور کے انصاف پسند اور دانش مند بادشاہوں اور قاضیوں کے رعایا پر دبدبہ اور رعب کا اور ان کی ہنرمندی، باریک بینی، دور اندیشی اور سلیقہ مندی کا اندازہ ہوتا ہے، یہ حکمران اپنے دور کے عادل اور انصاف پسند شخصیت کے مالک تھے اور ایک آج کے حکمران ہیں کہ نہ ان کا عوام پر کوئی رعب اور دبدبہ ہے اور نہ فیصلہ اور انصاف کا کوئی سلیقہ۔

ہمارے زمانہ میں پچاسوں سال عدالتوں میں دھکے کھا کر بھی اپنا حق نہیں ملتا، جس کی وجہ سے نتیجتاً عاجز اور تنگ آ کر غریب آدمی اپنا حق چھوڑنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔

تالیاں بجا کر داد دینا

سوال: ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ کوئی تقریب ہو رہی ہو تو اس میں کسی پروگرام کی داد دینے کے لئے اجتماعی انداز میں تالیاں بجائی جاتی ہیں، کیا تالیاں بجا کر کسی کو داد دینا جائز ہے؟

جواب: کسی کو داد دینے کے لئے تالیاں بجانا غیر اسلامی طریقہ ہے، جس سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے، لہٰذا ہمارے یہاں جو تالیا بجا کر داد دینے کا طریقہ چل نکلا ہے یہ قابلِ اصلاح ہے۔

والدین یا بیوی کے کہنے پر داڑھی مونڈنا جائز نہیں

سوال: والدین یا بیوی کے منع کرنے کے باوجود اگر داڑھی رکھ لی جائے اور وہ اس عمل سے خوش نہ ہوں تو کیا یہ چیز ان کی نافرمانی یا حق تلفی میں تو داخل نہیں؟

جواب: مرد حضرات کو ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے، اور یہ شریعت کا حکم ہے، اور داڑھی مونڈنا یا کاٹ کر ایک مٹھی سے کم کر دینا حرام ہے، اور والدین یا بیوی کو خوش یا راضی کرنے کے لئے شریعت کا واجب حکم توڑنا جائز نہیں، اور نہ ہی یہ چیز والدین کی نافرمانی یا بیوی کی حق تلفی میں داخل ہیں، شریعت کا اصول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ''مخلوق کی ایسی اطاعت کرنا جائز ہی نہیں جس میں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو''۔

داڑھی جلدی بڑی ہو جانے کی نیت سے استرا پھیرنا جائز نہیں

سوال: اگر کسی کے داڑھی جلدی نہ بڑی ہو رہی ہو، یا گھنی داڑھی نہ نکل رہی ہو تو کیا اس کے لئے جائز ہے

کہ وہ استرا، بلیڈ وغیرہ اس نیت سے استعمال کرے کہ اس کی وجہ سے داڑھی جلدی یا برابر نکل آئے گی؟

جواب: مذکورہ نیت اور مذکورہ غرض سے بھی داڑھی کاٹنا جائز نہیں، مسلمان کو تو اس چیز اور اس حالت پر راضی رہنا چاہیئے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو، اگر اللہ تعالیٰ ہی دیر سے داڑھی نکالنا پسند کرتے ہیں یا چند بال کا نکالنا پسند کرتے ہیں تو بندے کو بھی اسی پر راضی ہونا چاہیئے، کیونکہ داڑھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رکھی جاتی ہے۔

بال اور ناخن گندی جگہ ڈالنے یا دفنانے کا حکم

سوال: سنا ہے کہ ناخن کاٹ کر اور جسم کے کٹے یا ٹوٹے ہوئے بال کسی جگہ دفن کرنا چاہیئے، کیا واقعی ایسا کرنا ضروری ہے، اگر یہ بال اور ناخن ویسے ہی کسی جگہ ڈال دیئے جائیں، کوڑے وغیرہ میں پھینک دیئے جائیں تو کوئی گناہ ہے؟

جواب: بہتر ہے کہ ناخنوں اور بالوں کو کسی ایک طرف زمین یا باغیچہ وغیرہ میں دفن کر دیا جائے، البتہ ایسا کرنا ضروری نہیں، اگر کوڑے وغیرہ میں پھینک دیا جائے تو کوئی گناہ تو نہیں، لیکن ہر طرح کی سلامتی وعافیت اسی میں ہے کہ ان کو کسی گندی جگہ نہ ڈالا جائے۔

قیمتی باتیں

✪ جس شخص کو محنت کی عادت اور خلافِ طبع چیزوں کی برداشت حاصل ہو جائے وہ اکثر مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے ✪ جب کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوتا ہے تو صحیح بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی ✪ جس کسی کو زمین پر حکومت دی جاتی ہے وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے امتحان ہوتا ہے کہ وہ حکومت کے مقصد یعنی عدل وانصاف اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے قیام میں کس حد تک کامیاب ہوتا ہے۔

(بقیہ اخبارِ عالم متعلقہ صفحہ ۹۰)........................ **17/ اپریل:** پاکستان کے وفاقی وزیر ریلوے ''میاں شمیم حیدر'' کے اعلان کے مطابق پاکستان اور بھارت کے درمیان ''موناباؤ کھوکھرا پار'' ریلوے سروس 31 دسمبر 2005ء سے شروع ہوگی ★ پاکستانی وزارتِ داخلہ کی طرف سے اونٹ ریس کے لئے بچے سمگل کرانے والوں کے خلاف تحقیقات کا حکم جاری ★ حکومتِ پاکستان کی وعدہ خلافی: پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ صفحہ 2 پر پرنٹ کر دیا، اور سرورق پر اسلامی جمہوریہ پاکستان لکھنے کے بجائے صرف پاکستان تحریر ہے۔

عبرت کدہ

مفتی محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۲)

تمام عالم میں صرف ہندوستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے پیغمبر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پہلے پہل (اُس دور، نہ کہ موجودہ دور کے) ہندوستان میں اترے اور اس طرح نبوت کی وحی سب سے پہلے ہندوستان میں آئی یا یوں کہیے کہ دینِ فطرت (اسلام) پہلے نبی، پہلے انسان اور سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے سب سے پہلے ہندوستان میں آیا (سبحة المرجان فی ماثر هند) چنانچہ سیلون کے ایک پہاڑ پر حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے قدموں کے نشانات کا ہونا تاریخ میں زمانہ قدیم ہی سے مشہور ہے۔ لیکن اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں بلکہ ہمارا مقصود ہندوستان کے اسلامی دور کی تاریخ کا خلاصہ پیش کرنا ہے جس کا آغاز ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے سب سے پہلے ہندوستان کے جغرافیہ اور اس کے محل وقوع کا ایک سرسری جائزہ ملاحظہ ہو۔

سندھ و ہند

قدیم جغرافیہ نویس سندھ اور ہند کو الگ الگ ملک شمار کرتے ہیں اور کبھی دونوں پر ہند کا اطلاق کرتے ہیں۔ اہل ہند کے نسب کی تحقیق میں نامور عرب محقق یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ بوقیر بن یقطن بن حام بن نوح کی اولاد میں سندھ اور ہند دو بھائی تھے جن کے نام سے یہ دونوں ملک مشہور ہوئے (معجم البلدان)

ہند کا جغرافیہ اور محل وقوع

آج ہندوستان کا مصداق صرف اور صرف بھارت کو سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ تاریخی طور پر بہت بڑا مغالطہ ہے کیونکہ بھارت تو اس خطہ اور ملک کا نام ہے جو ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا اور ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو ایک آزاد ریاست بنا اور اسی تاریخ کو نیا بھارتی آئین نافذ ہوا (جو ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء کو منظور ہوا تھا) اس آئین کی رو سے اس ملک کو جمہوریہ بھارت کا نام دیا گیا ہے (اور اس کو انڈین یونین بھی کہا جاتا ہے) یہ تیس صوبوں اور ریاستوں اور ملحقہ علاقوں کا ایک مجموعہ ہے جو کہ یہ ہیں (۱) آسام (۲)

Iqra Ghufran

آندھراپردیش (۳) اتر پردیش (۴) اڑیسہ (۵) بنگال (۶) بہار (۷) پنجاب (۸) تاملناڈو (۹) تری پورہ (۱۰) جموں وکشمیر (۱۱) راجھستان (۱۲) کرناٹک (۱۳) کیرالہ (۱۴) گجرات (۱۵) فانی پور (۱۶) مدھیا پردیش (۱۷) میگھالیرہ، (۱۸) مہاراشٹر (۱۹) (ناگالینڈ) (۲۰) ہریانہ (۲۱) ہماچل پردیش (۲۲) آروناکل پردیش (۲۳) انڈمان نکوبار (۲۴) پانڈ یچری (۲۵) چندی گڑھ (۲۶) دادر نگر حویلی (۲۷) دہلی (۲۸) گوا (۲۹) لکشا دویپ (۳۰) مزورم۔ ان میں سے کشمیر حیدرآباد دکن اور جونا گڑھ جیسی ریاستوں پر ہندوستان نے زبردستی فوجی کارروائی کے بل بوتے پر قبضہ کیا ورنہ یہ ریاستیں پاکستان کے ساتھ الحاق کر رہی تھیں یا کرنیوالی تھیں، اس آئین کی رو سے کل رقبہ ۲۰۵۳۵۹۷ مربع کلو میٹر شمار کیا گیا اور اس کا محل وقوع یہ ہے کہ اس کے شمال میں نیپال اور چین، مشرق میں بنگلہ دیش، برما اور بھوٹان، جنوب میں بحر ہند اور مغرب میں پاکستان واقع ہیں، جبکہ بیسویں صدی عیسویں میں عمل میں آنے والی اس تقسیمِ ہند اور اس کی نئی جغرافیائی حدبندی سے پیچھے جایا جائے جو کہ اصل ہندوستان کی اصل تاریخ ہے تو سابق ہندوستان موجودہ پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا، (سیلون)، نیپال، بھوٹان، اور کچھ دیگر چھوٹے بڑے جزائر پر مشتمل وسیع وعریض طویل و مدید اور بسیط و عمیق ہندوستان ہے، جس کو برصغیر بھی کہا گیا ہے اور کہا جاتا ہے اور جنوبی ایشیا بھی اس کا نام ہے کیونکہ ایشیا کے جنوب میں واقع ہے، یہ براعظم ایشیا کا ایک بہت ہی بڑا مستقل حصہ اور اس کے ماتھے کا جھومر ہے جو بحرِ[1] ہند کے شمالی ساحلی اطراف میں آنکھ مچولی کرتے ہوئے آہستہ آہستہ نمودار ہوتا ہے اور پھر نمایاں ہوتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ سلسلہ

---

[1] ۱۹۵۹ء میں بحر ہند کے مطالعہ و تحقیق کے لئے سائنس دانوں کا ایک بین الاقوامی وفد آیا جس میں روس، امریکہ، برطانیہ اور دیگر چوبیس ممالک کے سائنس دان تھے یہ وفد مسلسل چھ سال تقیق میں مصروف رہا ان کی تحقیقات کے نتیجے میں دو بڑی عجیب باتیں سامنے آئیں، ایک یہ کہ بحر ہند کے اندر ایک بہت بڑا پہاڑی سلسلہ ہے جو تین ہزار میل لمبا، ڈیڑھ ہزار میل چوڑا اور سمندر کی تہہ سے کئی ہزار فٹ اونچا ہے۔ دوسرے یہ کہ بحرِ ہند کی تہہ میں کافی بڑا شگاف ہے جو کئی ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے اس شگاف کی وجہ سے سمندر کی تہہ میں اکثر زلزلے کے جھٹکے پیدا ہوتے ہیں، یہ بات تو سمجھ میں آنے والی ہے لیکن بعض سائنس دانوں نے اس شگاف کے متعلق یہ قیاس آرائی کی کہ کسی زمانے میں برصغیر خود بہت بڑا براعظم تھا جو ایشیا سے بالکل الگ بحر ہند کے درمیان کہیں واقع تھا، لیکن کروڑوں سال پہلے یہ شگاف سمندر کی تہہ میں پیدا ہوا تو اس سے اتنا زوردار دھما کہ ہوا کہ یہ براعظم تیرتا ہوا ایشیا سے جا ٹکرایا اور اس ٹکراؤ سے مٹی پانچ میل اوپر تک اٹھ گئی اور یہی مٹی بعد میں ہمالیہ بن گئی، (فلکیات جدیدہ صفحہ ۹۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کے نام پر یہ تشکیک ڈارونی نظریہ ارتقاء پر مبنی ہے جس کو عقل و تجربہ کی روشنی میں موجودہ سائنس خود مسترد کر چکی ہے، اس لئے اس پر کچھ کہنے کی مزید ضرورت نہیں، سوائے اس کے: ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا الآیۃ کہ یہ لوگ محض ظن و تخمین کی پیروی کرتے ہیں جو حقیقت کے مقابلے میں کچھ بھی کارآمد نہیں۔

ہائے کوہِ ہمالیہ کے ہزاروں میل طویل وعریض چوکھٹ پر سر رکھ کر اس کے آغوش میں سکون کا سانس لیتا ہے اور ہمالیہ مادرِ مہربان کی طرح گنگا وجمنا کی دو نہریں جاری کر کے اس کو نہال وسیراب کر دیتی ہے، چینی دیوارِ چین پر فخر کرتے ہیں جو انسانی ہاتھوں کی صنّاعی ہے ہم اس دیوارِ ہند پر کیوں نہ فخر کریں جو دستِ قدرت نے خود اٹھائی ہے۔

اے ہمالہ ! [1] اے فصیلِ کشورِ ہندوستان — چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسمان
برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر — خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالم تاب پر
آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی — کوثر وتسنیم کے موجوں کو شرماتی ہوئی
کانپتا پھرتا ہے کیا رنگ شفق کو ہسار پر — خوشنما لگتا ہے یہ غازہ تیرے رخسار پر
اے ہمالہ !داستاں اس وقت کی کوئی سنا! — مسکن آبا [2] ئے انساں جب بنا دامن ترا
بتا اس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا — داغ جس پر غازہ رنگ تکلف کا نہ تھا
ایک جلوہ تھا کلیمِ طور سینا کے لئے — تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لئے

ہندوستان کی فضیلت میں ایک حدیث بھی بیان کی جاتی ہے جس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے کہ ”مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے۔ وطن کی محبت میں ڈوبے ہوئے درجِ ذیل اشعار میں اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے ؎

ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے — پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
وحدت کی لے سُنی تھی دنیا نے جس مکاں سے — میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے (اقبال)

وطن کی محبت حدود شرع کے اندر ہو تو ایمان کا حصہ ہے، (کمافی الحدیث) بعض ادوار میں مشترک ہندوستان کی شمالی حدود میں سیستان، بامیان، کابل وغیرہ بھی شمار ہوتے تھے اور جنوب میں سراندیپ کے ساتھ ساتھ مالدیپ، کالدیپ، وغیرہ بحرِ ہند کے جزائر بھی ہندوستان میں شامل تھے، بحرِ ہند اپنے جزائر کی کثرت اور ساحل پر شہروں اور علاقوں کی ذیادتی اور وسعت کے اعتبار سے دنیا کا اہم ترین سمندر مانا جاتا تھا۔

---

[1] دنیا کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ کوہِ ہمالیہ ہی میں واقع ہے جس کی بلندی 8848 فٹ ہے،

[2] حضرت آدم علیہ السلام

بحرِ ہند کی ابتداء خلیج ۲ فارس سے ملحق مکران (جو پاکستانی بلوچستان کا مغربی حصہ ہے) سے ہوتی ہے یہاں سے برصغیر پاک وہند کی تمام ساحلی پٹیوں سے پار سامنے جزیرہ عرب کے ساحلوں تک یہ پورا سمندری رقبہ اپنی تمام وسعت و پھیلاؤ کے ساتھ بحیرہ ۳ عرب کی تشکیل کرتا ہے،

مکران سے آگے سمندر مشرقی سمت میں آگے بڑھ گیا ہے اور برصغیر پاک وہند کے ساحلوں کی تشکیل کرتا چلا گیا ہے، چنانچہ کراچی (دیبل سندھ) کچھ (سوراشٹر) گجرات، (کھمبایت) اور بمبئی وغیرہ سب اسی ساحل پر ہیں، اس کے بعد بحر ہند میں موڑ سا پیدا ہو گیا ہے جو مالا بار (سیلون) تک چلا گیا ہے اور اس طرف مشہور ساحلی شہر گوا، منگلور، میسور، فاکنور، ترچنا پلی وغیرہ ہیں جس پر برصغیر کی جنوب میں انتہاء ہو جاتی ہے، یہ انتہائی جنوبی ساحلی علاقے ہیں، اس سے آگے سمندر کے اندر قریب میں ہی لنکا (سیلون / مالا بار) واقع ہے جس کو کسی جانب سے بھی خشکی نہیں لگتی، چاروں طرف سے سمندر میں گھرا ہوا ہے، اس جغرافیائی تفصیل سے ہمیں قرونِ اولیٰ میں اسلامی لشکروں اور قافلوں کا ایک طرف بحرین عمان وغیرہ کے ساحلوں سے سمندر میں اتر کر جنوبی ہند کے ان ساحلی شہروں میں پہنچنے، آباد ہونے اور اشاعتِ اسلام کا مشن سنبھالنے کی تار سمجھ میں آئے گی تو دوسری طرف عربوں کا مکران، بلوچستان کے راستے سندھ میں داخل ہونے اور اس کو فتح کرتے ہوئے اندر تک چلے جانے اور اسلامی حکومت کی بنیاد رکھنے کا وہ سارا خاکہ سمجھ آجائے گا جو آگے بیان ہوگا،

برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کا داخلہ تین راستوں سے ہوا ہے۔

﴿الف﴾ بحیرہ عرب کے سمندری راستوں سے جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں لنکا، ملیبار، مالدیپ، کولم

---

۱ بحرِ ہند کا مجموعی رقبہ اور پھیلاؤ 72520000 مربع کلومیٹر ہے یہ کرۂ ارض کا تیسرا بڑا سمندر ہے، اس سے بڑا بحرِ اوقیانوس ہے جس کو بحرِ ظلمات بھی کہتے ہیں، جس کا رقبہ 80419000 مربع کلومیٹر سے کچھ کم ہے، اس سے بڑا بحرا لکاہل ہے جس کو بحر محیط بھی کہتے ہیں یہ سب سے بڑا سمندر ہے، جو کرۂ ارض کو محیط ہے، اس کا رقبہ 167969000 مربع کلومیٹر ہے۔

۲ خلیج فارس جزیرہ عرب اور ایرن کے درمیان حائل اور فاصل ہے گلوب یا عالمی نقشہ میں جزیرہ عرب اور ایران کے درمیان پانی کی ایک نہر سی کافی اندر عراق کی ساحلی پٹی تک چلی گئی ہے، یہی خلیج فارس ہے، سمندروں کی یہ پیمائشیں جدید ترین جیوگرافکس عالمی نقشہ سے ماخوذ ہیں جبکہ فلکیاتِ جدیدہ میں پیمائش اس سے کافی مختلف ہے، جس کی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں کلومیٹر کے بجائے میل میں پیمائشیں دی گئی ہیں، دوسرے یہ کہ جدید نقشہ میں کلومیٹر میں بھی شائد سمندری پیمانہ مراد ہو۔

۳ بحیرہ بحر کی تصغیر ہے چھوٹے سمندر کو کہتے ہیں، کہیں تو یہ چاروں طرف سے خشکی میں گھرا ہوتا ہے، جیسے بحیرہ اسود، بحیرہ کیپسین۔ اور کہیں یہ بڑے سمندر ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے، جیسے بحیرہ عرب کہ یہ بحر ہند ہی کا حصہ ہے۔

(ٹراونکور)، کارومنڈل (معبر)، اور پھر ساحل کے ساتھ ساتھ آگے جا کر گجرات، کاٹھیاوار، بمبئی (تھانہ) اور کچھ وغیرہ میں داخل ہونا، پھیلنا اور آباد ہونا اور اپنی پرامن مستقل نوآبادیاں قائم کرنا۔

﴿ب﴾ مکران کے راستے سندھ میں فاتحانہ داخل ہونا اور اسلامی حکومت قائم کرنا۔

﴿ج﴾ تیسرا مشہور راستہ درۂ خیبر کا ہے جہاں سے وہ اپنی پیدائش کے چار سو سال بعد محمود غزنوی کی تیغِ خارا شگاف کے سایہ میں داخل ہوا، اور سیاسی اقتدار تو اگرچہ قائم نہیں ہوا لیکن پرامن محدود آبادکاری جنوبی ہند کے بعد اب وسطی ہند میں بھی وجود پانے لگی، جس کی تکمیل تقریباً دو سو سال بعد چھٹی صدی کے اواخر میں خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کی روحانی تسخیر ہند اور شہاب الدین غوری کی سیاسی تسخیر اور غلبہ پر ہوئی اس طرح چھٹی صدی ہجری میں سرزمینِ ہند پر اسلام کا وہ پودا تناور درخت بن گیا جس کا بیج زمانہ خلافتِ راشدہ میں ہی جنوبی ہند کے ساحلوں پر عرب تاجروں نے بویا تھا، دراصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا آغاز جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں میں وجود پذیر ہونے والی ان پرامن اسلامی نوآبادیوں سے ہوتا ہے جن کا وجود اس خطہ میں عہدِ صحابہ میں قائم ہو گیا تھا یہ مسلمانوں کی منتشر چھوٹی چھوٹی آبادیاں تھیں، جو تجارت وغیرہ اغراض سے ان علاقوں میں قائم ہو گئی تھیں، زمانہ خیر القرون کے پاکباز نفوس جو اسلام کے رنگ میں پوری طرح رنگے ہوئے تھے، اپنے انفاس اور سیرت و کردار سے ان تمام ساحلی پٹیوں پر ایمان و اسلام کی خوشبو اس طرح پھیلا گئے کہ ساری فضاء معطر ہو گئی، راجا پرجا سب ہی ان کے گرویدہ و اسیر ہو گئے، لیکن ہماری موجودہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد سے بھی پہلے جنوبی ہند میں رقم ہونے والی اسلامی تاریخ کے اس سنہرے باب کو فراموش کر دیا گیا، موجودہ تاریخوں میں جنوبی ہند میں اسلام کے اس جلی عنوان کی بہت ہی دھندلی تصویر اور ہلکا سا عکس دکھائی دیتا ہے، عربی ماٰخذ میں بھی اس کے تذکرے منتشر اور اُلجھے ہوئے ہیں، بہت سی چیزیں تو تاریخ میں ملتی ہی نہیں، عرب جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں کی تحریروں سے ان پر روشنی پڑتی ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ محمد بن قاسم کی فتح سندھ، محمود غزنوی کے کسرِ سومنات اور شہاب الدین غوری کے تسخیر ہند کے تذکرے سے پہلے جنوبی ہند میں اسلام کی عظمتِ رفتہ کے ان گمشدہ اوراق کو بازیافت کیا جائے۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے، کچھ گل نے کچھ بلبل نے چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

(جاری ہے............)

طب و صحت ابولقمان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

صحت کے لئے غذا میں توازُن ضروری ہے

خوراک اور غذا پر انسان کی صحت کا مدار وانحصار ہے، اگر متوازن غذا اور خوراک استعمال کی جائے تو انسان بیماریوں سے بچ سکتا ہے، صحت کو قائم اور باقی رکھنے کے لئے متوازن خوراک کا ہونا بہت ضروری ہے، متوازن خوراک انسان کو زیادہ عرصہ تک جسمانی اور جنسی طور پر قوی رکھتی ہے، اور جسم کے اعصاب اور عضلات کو کمزور نہیں ہونے دیتی، اس لئے زندگی میں متوازن غذا استعمال کریں، تو صحت منداور لمبی عمر سے لطف اندوز ہونے میں مدد ملتی ہے۔ آج کل غیر متوازن اور غیر معتدل غذا کا استعمال بہت عام ہو چکا ہے، تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اور بار بار کھاتے پیتے رہنا، متضاد ٹھنڈی گرم چیزوں کا ایک ساتھ استعمال، تیز مصالحہ جات کی بہتات، چٹ پٹی، کھٹی میٹھی، نمکین اور تیز ابیت والی چیزوں کی عادت، اور کئی کئی قسم کے اُناب شناب کھانوں کا اجتماع ایک عام معمول بن گیا ہے، جو اپنی جان اور خاص طور پر معدہ کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ آخر ایک معدہ کیا کیا ہضم کرے اور کِن کِن چیزوں کا مقابلہ کرے، یہی وجہ ہے کہ آج بدہضمی، ضعفِ معدہ، پیٹ درد، سر درد، بواسیر، قبض وغیرہ جیسی بیماریاں عام ہیں، اور لوگوں کی اکثریت ان امراض سے سخت بے چین اور پریشان ہے، لمبے سفر اور زرِ کثیر خرچ کر کے مختلف علاج ومعالجے کئے جاتے ہیں لیکن خوراک اور غذا کے سلسلہ میں توازن اور اعتدال قائم رکھنے کا اہتمام نہیں ہے، جس کی وجہ سے علاج ومعالجہ کی تدابیر بھی صحیح مؤثر ثابت نہیں ہو رہی ہیں۔ غذا سے متعلق چند مشہور کہاوتیں، نصیحتیں اور اہلِ تجربہ کے زریں اقوال ملاحظہ فرمائیں ✪ انسان کا پیٹ اس کا دشمن ہے ✪ غذا کے توازن سے یقینی طور پر بیماری کا علاج کیا جا سکتا ہے ✪ دنیا کی تکلیفوں کا ۳/۴ حصہ زبان کا پیدا کردہ ہے اور زبان کے ماٗخذ طعام وکلام ہیں ✪ زیادہ اور غیر لطیف کھانے سے انسان انسانیت سے دور ہو جاتا ہے ✪ تلوار سے اتنے آدمی نہیں مارے جاتے جتنے بسیار خوری (یعنی زیادہ کھانے) سے مارے جاتے ہیں ✪ پیٹو (یعنی زیادہ کھانے والا) اپنے دانتوں سے اپنی قبر کھودتا ہے ✪ اپنے پیٹ کا کچھ

Iqra Ghufran

حصہ پُر کرو اور کچھ حصہ خالی چھوڑو، کیونکہ پیٹ ساری بیماریوں کا سرچشمہ اور منبع ہے ✪ اتنا کھاؤ جتنا ہضم کرسکو ✪ بھوک سے پہلے کھانا مکروہ بھی ہے اور مذموم بھی ✪ شکم سیری انسان کو کُند ذہن بنادیتی ہے ✪ کھانا اتنا کھاؤ کہ وہ بدن کی غذا بن جائے، نہ کہ خود بدن اس کی غذا بن جائے ✪ چھتیس بُھوجن بہتر روگ ہیں ✪ جسم کی راحت کم کھانے میں ہے ✪ بھرا ہوا پیٹ نصیحت نہیں سنتا ✪ کھانے سے غرض یہ ہے کہ تو جیتا رہے اور نیک کام کرے، مگر تُو خیال کرتا ہے کہ زندگی صرف کھانے کے لئے ہے ✪ کھانے کے لئے زندہ نہ رہو، بلکہ زندہ رہنے کے لئے کھاؤ ✪ تھوڑا کھاؤ، عیش مناؤ ✪ گھر بیگانہ سہی مگر پیٹ تو اپنا ہے ✪ جو شخص دوا کھاتا ہے اور اپنی غذا کا خیال نہیں رکھتا وہ اپنے معالج کی قابلیت خاک میں ملا دیتا ہے ✪ مرض کا باپ خواہ کوئی ہو لیکن خراب غذا اس کی ماں ضرور ہوتی ہے ✪ لوگوں نے تندرستی کی حالت میں درندوں کی طرح غذا کھا کر اپنے آپ کو بیمار بنالیا، بیماری کی حالت میں جب ہم نے انہیں چڑیوں کی غذا دی تو وہ صحت مند اور تندرست ہوگئے ✪ جو لوگ عوام کو یہ یقین دلا دیں کہ وہ غذا کا انتخاب کرنے میں جہالت سے کام نہیں لیں گے، وہ بنی نوع انسان پر بھاپ اور بجلی کے موجِد سے بھی زیادہ احسان کریں گے ✪ مستقبل میں مرض کو زائل کرنے کے لئے جو چیز ہم مریضوں کو بتائیں گے، وہ دوا نہیں بلکہ غذا ہوگی، علاج کا تعلق دوا سے نہیں، صرف غذا سے ہی ہوگا۔

اخبارِ ادارہ مفتی محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

❐......ہفتہ ۱۵ر صفر کو مفتی محمد یونس صاحب تین روز کی رخصت پر اپنے آبائی گاؤں چلے گئے۔

❐......اتوار ۹/ ۱۶/ ۲۳/ ۳۰ر صفر کو بعد عصر ہفتہ وار عمومی اصلاحی مجالس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں، ۲ر صفر کو سہ ماہی امتحانات کی مصروفیات کی وجہ سے یہ نشست نہ ہوسکی۔

❐......اتوار ۹ر صفر بعد مغرب یومِ والدین کا پہلا سہ ماہی اصلاحی وتعلیمی جلسہ ہوا، جس میں طلباء کرام کے والدین مدعو تھے، اس موقعہ پر مفتی محمد عبداللہ صاحب (خطیب جامع مسجد کوثر محلّہ امر پورہ راولپنڈی) کا بیان ہوا، اور سہ ماہی امتحانات کے نتائج بھی سنائے گئے، ہر شعبہ میں ممتاز نمبروں سے کامیاب ہونے والے طلباء کرام کو انعامی کتب دی گئیں۔

❐......منگل ۴/ ۱۸/ ۲۵ر صفر اور ۲ر ربیع الاول کو بعد ظہر حسبِ معمول اساتذہ کرام کے لئے حضرت مدیر دامت برکاتہم کی مجلس ہوتی رہی۔

❐......منگل ۴ر صفر کو حضرت اقدس نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم (بزرگِ اعلیٰ، ادارہ غفران) کراچی سے اسلام آباد تشریف لے آئے۔

❐......منگل ۴ر صفر کو مفتی محمد امجد صاحب ۳ر یوم کی رخصت پر مانسہرہ چلے گئے۔

❐...... بدھ ۵/ ۱۲/ ۱۹/ ۲۶ر صفر اور ۳ر ربیع الاول کو بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان حسبِ معمول ہوتا رہا۔

❐......جمعرات ۶/ ۲۰/ ۲۷ر اور ۴ر ربیع الاول بعد ظہر طلبہ کرام کی ہفتہ وار بزمِ ادب حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی، جن میں اساتذۂ کرام کے بیانات بھی ہوتے رہے، ۱۳ر صفر کو کئی ذمہ دار حضرات کے رخصت پر ہونے کی وجہ سے بزمِ ادب کی نشست منعقد نہ ہوسکی۔

❐......جمعرات ۱۳ر صفر کو حضرت مدیر دامت برکاتہم بمع اہل وعیال (بذریعہ ریل) ٹیکسلا تشریف لے گئے، یہ نجی تفریحی دورہ تھا، مفتی محمد امجد صاحب اور مولوی محمد ناصر صاحب بھی اس سفر میں حضرت کے ہمرکاب تھے، رات کو (بذریعہ ریل) واپسی ہوئی۔

Idara Ghufran

❐…… جمعہ ۱۴؍صفر کو حضرت مدیر دامت برکاتہم حضرت نواب قیصر صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں شرکت کی غرض سے کوہسار مسجد اسلام آباد تشریف لے گئے، مفتی محمد یونس صاحب، مفتی محمد امجد صاحب اور مولوی محمد ناصر صاحب بھی حضرت مدیر کے ہمراہ تھے۔

❐…… بدھ ۱۹؍صفر کو جناب حکیم محمد فیضان صاحب دو دن کی رخصت پر تشریف لے گئے۔

❐…… جمعرات ۲۰؍صفر حضرت مدیر دامت برکاتہم بمع اہلِ خانہ مولانا خلیل اللہ صاحب کی دعوت پر ان کے علاقہ سکوٹ کلر سیداں تشریف لے گئے، مولانا موصوف وہاں ایک مدرسہ کے ذمہ دار ہیں، مدرسہ ہی کے امتحانی امور کے سلسلہ میں یہ سفر ہوا، اس سفر میں مفتی محمد یونس اور مولوی محمد ناصر صاحب بھی حضرت کے ہمراہ تھے، مفتی محمد یونس صاحب نے طلبہ کا امتحان لیا، اگلے دن واپسی ہوئی۔

❐…… بدھ ۲۶؍صفر کا جناب حکیم کلیم اختر مرزا صاحب زیدہ مجدہ (پرفیسر اجمل طبیہ کالج راولپنڈی) نے ادارہ غفران میں اساتذۂ ادارہ کو طبی معلومات پر لیکچرز دینا شروع کئے۔

❐…… جمعہ ۷/۱۴/۲۱/۲۸؍صفر کو مساجدِ ثلاثہ میں حسبِ معمول قبل از جمعہ وعظ اور بعد از جمعہ مسائل کی نشستیں منعقد ہوتیں رہیں۔

❐…… منگل ۲؍ربیع الاول کو حضرت مدیر دامت برکاتہم نے شام کے وقت اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے زیرِ اہتمام ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب (رئیس ادارہ ھذا) کی زیرِ صدارت ''اسلامی بینکاری کا اجراء اور اس کی ترقی'' کے موضوع پر منعقدہ مشاورتی کانفرنس میں شرکت فرمائی۔

اخبارِ عالم

ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **21 مارچ (10 صفر المظفر ۱۴۲۶ھ)**: بھارت نے بھی ٹینک شکن گائیڈڈ میزائل ''ناگ'' کا تجربہ کرلیا ✍ **22 مارچ**: پاکستان کے شہر راولپنڈی میں مریڑ چوک ''فلائی اوور'' کا منصوبہ تیار، سمری وزیر اعلیٰ کو بھجوادی گئی، گیٹ وے آف سٹی بھی بنایا جائے گا، منصوبے کی تکمیل سے راولپنڈی کے شہریوں کو ٹریفک جام سے مستقل بنیادوں پر نجات مل سکے گی، سڑک چار رویہ ہوگی ✍ **23 مارچ**: خیرسگالی جذبے کے تحت پاکستان نے 564 بھارتی قیدی رہا کردیئے، رہائی پانے والوں میں 528 ماہی گیر، 4 جاسوس، 32 عام شہری شامل ہیں، رہائی کے موقع پر خصوصی تقریب کا اہتمام کیا گیا ✍ **24 مارچ**: پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں بارشوں اور سیلاب سے تباہی، 19 جاں بحق، متعدد لاپتہ، مواصلات کا نظام درہم برہم، ٹرینوں کی آمدورفت معطل ★ بس سروس خارجہ تعلقات، سیاحت سمیت پاکستان اور افغانستان کے درمیان 6 معاہدے طے ✍ **25 مارچ**: پنجاب کے شہر رحیم یار خان میں دریا میں کشتی الٹ گئی، بچوں وخواتین سمیت 50 جاں بحق ★ پاکستان: پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال، کابینہ نے توثیق کردی، اعجاز الحق سمیت 9 وزراء کی مخالفت ✍ **26 مارچ**: امریکہ نے پاکستان کو ایف 16 دینے کا اعلان کردیا ✍ **27 مارچ**: بھارت: مجاہدین مظفر آباد سرینگر بس سروس کو نشانہ بنا سکتے ہیں، بھارتی خفیہ ادارے، ہم نے مجاہدین کے چند وائرلیس پیغامات سنے ہیں جن میں وہ ایسی منصوبہ بندی کررہے ہیں ★ پاکستان مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین، سیکرٹری جنرل مشاہد حسین اور وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق نے ہندوؤں کے تہوار ''ہولی'' میں شرکت کی ★ پاکستان: صوبہ سرحد کے شہر وانا میں دہشت گردی، ملک فرید اللہ وزیر فائرنگ سے جاں بحق ✍ **28 مارچ**: اسرائیل کی پالیسیوں کی حمایت جاری رکھیں گے، امریکی وزیر خارجہ، یہودی بستیوں کے مسئلہ پر امریکہ اور اسرائیل میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں، کنڈولیزا رائس کی گفتگو ★ پاکستانی سمندری حدود میں مچھلیاں پکڑنے والے 73 غیرملکی ماہی گیر گرفتار، حکام نے بھارت کے رجسٹرڈ دو ٹرالے قبضے میں لے لئے، گرفتار ہونے والوں میں 36 فلپائینی 14 بھارتی اور 15 چینی ماہرین شامل ہیں ✍ **29 مارچ**: بحرِ ہند میں پھر شدید زلزلہ، سینکڑوں ہلاک، ایک اور سونامی کا خطرہ ★ پاکستان کا انسانی حقوق سے متعلق ریکارڈ خراب ہے، امریکی کانگریس میں رپورٹ پیش، فوج سیاست میں ملوث رہی ہے، سیاسی

Iqra Ghufran

پارٹیاں پالیسیوں کے بجائے شخصیات کے گرد گھومتی ہیں، عدلیہ کے سیاسی دباؤ کے تحت ہی اپوزیشن جماعتوں پر انتقامی کارروائیاں جاری ہیں، سیکورٹی فورسز انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی مرتکب ہوئیں، دہشتگردی کی بنیادی وجہ تعلیم کی کمی ہے **30 مارچ:** بحرِ ہند زلزلہ، مرنے والوں کی تعداد 2 ہزار سے تجاوز کرگئی ★ ماہرینِ ارضیات نے سماٹرا میں تیسرے بڑے زلزلے کی پیشین گوئی کردی **31 مارچ:** سعودی عرب میں 50 فلپائنی باشندوں کا قبولِ اسلام ★ امریکہ کا گوانتانامو بے سے 38 قیدیوں کو رہا کرنے کا فیصلہ **یکم اپریل:** پاکستان: 180 کلومیٹر رینج والے حتف ٹو میزائل کا کامیاب تجربہ، سپارکو کی طرف سے تیار کردہ ابدالی میزائل کا تجربہ بحیرہ عرب کے ساحل پر کیا گیا، اسے متحرک راکٹ لانچر کے ذریعے بھی داغا جاسکتا ہے، حتف ٹو میں سرحد پر دشمن کی فوجی تنصیبات، دیگر سرگرمیوں اور دشمن کے میزائل شکن نظام سے بچ کر اپنے ہدف کو نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھی گئی ہے **2 اپریل:** رومن کیتھولک عیسائیوں کے مذہبی رہنما پوپ جان پال دوئم انتقال کرگئے، عمر 84 برس تھی، 78ء میں کیتھولک فرقے کا اعلیٰ ترین مذہبی رہنما چنا گیا ★ پاکستان کے شہر لاہور میں بدامنی کی سنگین واردات: معروف مذہبی لیڈر اور جامعہ المنتظر کے پرنسپل علامہ غلام حسین نجفی کو قتل کردیا گیا، واقعہ گذشتہ روز دن بارہ بجے لاہور کے علاقے ماڈل ٹاؤن میں پیش آیا، مقتول کی بیٹی زخمی ہوگئی **3 اپریل:** پاکستان میں مہنگائی بے روزگاری اور لاقانونیت کے خلاف مجلسِ عمل کی اپیل پر ملک بھر میں ہڑتال ★ پوپ جان پال دوئم کے بعد ''کالے پوپ'' کی جانشینی سے قیامت قائم ہوجائے گی، کیتھولک فرقہ شدید اختلافات کا شکار، نائیجیریا کے پادری فرانسیس آرینز کو جانشین بنائے جانے کا امکان، روم کے گرجا گھر کا پوپ روم ہی کا ہونا چاہئے، اٹلی کے پادریوں کی ضد، عیسائی مذہبی فرقے کیتھولک کی مقدس کتاب کے مطابق قیامت اس وقت قائم ہوگی جب ''کالا پوپ'' ویٹی کن کے گرجے کا سربراہ ہوگا ★ پاکستان: جسٹس ناصر الملک اور جسٹس سعید الشہد سپریم کورٹ کے جج تعینات، جسٹس صبیح الدین سندھ ہائیکورٹ اور جسٹس طارق پرویز پشاور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس تعینات ★ پاکستان: وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات کے داخلے یکم ربیع الاول سے شروع ہونگے **4 اپریل:** پاکستان کے شہر گوجرانوالہ میں میراتھن ریس کے تنازعہ پر پولیس اور مظاہرین میں تصادم، ایم ایم اے گوجرانوالہ کے رہنما قاضی حمید اللہ سمیت 45 زخمی، 11 گاڑیاں نذرِ آتش ★ ایران میں زلزلہ، 15 افراد زخمی **5 اپریل:** چین نے پاکستان کے لئے 4 بحری لڑاکا جہاز بنانے کے معاہدے پر دستخط کردیے ★ پاکستان کے سپریم کورٹ میں صدر کے خلاف درخواستوں کی سماعت شروع، دو عہدے پاس رکھنے اور

سترہویں آئینی ترمیم کے حوالے سے فیصلہ کیا جائے گا، سپریم کورٹ نے صدر جنرل پرویز مشرف کے فوجی اقتدار کو نظریۂ ضرورت کی بنیاد پر جائز قرار دے رکھا ہے★ آزاد کشمیر: مظفر آباد سے پہلی بس کے ذریعے 35 مرد 11 خواتین سری نگر کے لئے سفر کریں گی، سفر کرنے والوں میں سابق رکن اسمبلی بیگم زمرد شریف، جسٹس سید شریف کے علاوہ صحافی، وکلاء، تاجر، سابق بیوروکریٹ، سابق جج اور عام لوگ شامل ہوں گے، ہر مسافر سے 750 روپے کرایہ وصول کیا جائے گا، ٹکٹوں کی فروخت شروع ہوگئی، پہلی بس میں کوئی حکومتی عہدیدار سفر نہیں کرے گا ✍ **6/اپریل:** پاک چین وزرائے اعظم ملاقات: دفاع سمیت 22 معاہدوں پر دستخط★ بھارت نے بس سروس کا کرایہ 1200 روپے مقرر کردیا ✍ **7/اپریل:** سرینگر مسافر ٹرمینل پر تباہ کن حملہ 50 زخمی ★ طالبان نے فوجی ہیلی کاپٹر مار گرایا، 16 امریکی ہلاک★ عراق: احکامات نہ ماننے والے 304 امریکی فوجیوں کو پھانسی 1092 امریکی فوجی فرار ✍ **8/اپریل:** ہندوستان، پاکستان: 57 برس بعد بچھڑے کشمیریوں کا ملن دوستی بسیں منازل پر پہنچ گئیں، سخت حفاظتی انتظامات، ہزاروں افراد نے استقبال کیا، سرینگر اور مظفر آباد سے صبح 11 بجے دو الگ الگ بسیں بھارت اور پاکستان کی طرف روانہ ہوئیں، چکوٹھی اوراوڑی میں مسافروں کا شاندار استقبال، کمان پُل کے گیٹ کھلتے ہی دونوں طرف کے مسافروں نے کنٹرول لائن عبور کرلی، سرینگر سے من موہن اور سونیا، جبکہ مظفر آباد سے سکندر حیات نے مسافروں کو الوداع کیا، کنٹرول لائن پر اعلیٰ حکام خیر مقدم کے لئے موجود تھے، مسافروں کو بحفاظت سرینگر اور مظفر آباد پہنچایا گیا، سری نگر سے چلنے والی بس مقامی وقت کے مطابق شام چھ بجے مظفر آباد پہنچ گئی★ تاریخی سرینگر مظفر آباد بس سروس کو حکومتِ پاکستان نے کاروانِ امن کا نام دے دیا★ عراق: جلال طلابانی (کرد) نے عراقی صدر کی حیثیت سے حلف اٹھا لیا، نائب صدر عادل عبد المہدی (شیعہ) اور غازی الیاور (سنی) نے بھی اپنے عہدوں کا حلف اٹھالیا ✍ **9/اپریل:** پاکستان: واپڈا نے ملک بھر میں 3 ماہ کے لئے مفت کنکشن کی فراہمی کا اعلان کردیا★ 5 مرلہ کے مکانات پر پراپرٹی ٹیکس معاف، پاکستان کی پنجاب اسمبلی نے قانون پاس کردیا★ پاکستان نے سرینگر مظفر آباد بس سروس کو راولپنڈی اسلام آباد تک توسیع دینے کے منصوبے کی حمایت کردی ✍ **10/اپریل:** ہالینڈ میں دین کی تبلیغ پر دس اساتذہ کو فارغ کردیا گیا، فارغ کئے گئے اساتذہ ہولنڈی زبان میں مہارت نہیں رکھتے تھے، حکام ادارہ تفتیش برائے تعلیم★ عراق: مقتدیٰ الصدر کے قریبی ساتھی کو نامعلوم افراد نے قتل کردیا، عراق پر امریکی قبضے کے دوسال مکمل ہونے کے سلسلے میں منعقد مظاہرے میں سینکڑوں افراد نے شرکت کی★ پاکستان میں سرکاری ملازمتوں کے لئے

درخواست دینے کا طریقہ آسان کر دیا گیا، امیدوار نوکری کے لئے سادہ کاغذ پر کوائف پیش کرے گا، انٹرویو کے وقت اصل اسناد پیش کی جائیں گی ★ فنڈز کی کمی کے باعث عدالتی نظام کو دشواریوں کا سامنا ہے، چیف جسٹس پاکستان ناظم حسین صدیقی ✍ **11/اپریل**: عراق: بغداد میں پاکستانی سفارت خانے کا اہل کار اغواء ★ انڈونیشیا، جاپان اور بعض دیگر ایشیائی ممالک میں زلزلہ، ریکٹر سکیل پر زلزلے کی شدت 6.8 تھی، لوگوں میں شدید خوف وہراس ✍ **12/اپریل**: امریکی ریاست کیلی فورنیا کے شہر سانٹا کلارا م میں ایک اسلامی ٹرسٹ کی جانب سے منعقدہ سیمینار کے دوران 135 امریکی باشندوں کا بیک وقت قبولِ اسلام ★ آئین میں ایسی چیزیں لائی جا چکی ہیں یا صدر کو اتنے اختیارات مل چکے ہیں، پتہ نہیں چلتا ملک میں صدارتی نظام ہے یا پارلیمانی، جسٹس جاوید اقبال جج سپریم کورٹ آف پاکستان ★ 40 سالہ تنازع ختم، چین نے ''سکم'' کو بھارت کا حصہ تسلیم کرلیا، تاریخی معاہدے پر دستخط، دونوں ملک سرحدی تنازعات حل کرنے کے طریقہ کار پر متفق ✍ **13/اپریل**: پاکستان کے شہر کراچی: امریکی قونصل خانہ غیر معینہ مدت کے لئے بند، سیکورٹی وجوہات کی بناء پر قونصلیٹ عوامی آپریشن کے لئے بند کیا گیا ✍ **14/اپریل**: باوردی صدر ٹھیک ہے، سپریم کورٹ سے دو عہدوں کے خلاف درخواستیں خارج، پاکستان کی عدالتِ عظمٰی کے 5 رکنی بینچ نے 17 ویں ترمیم اور دو عہدوں سے متعلق 6 آئینی پٹیشن خارج کر دیں، صدر کی وردی کے خلاف پاکستان لائرز فورم، الجہاد ٹرسٹ، مولوی سید حیدر اقبال، وطن پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی پاکستان کی طرف سے الگ الگ درخواستیں دائر کی گئی تھیں ★ پاکستان: فوری انصاف کے لئے قوانین میں ترامیم کی منظوری ★ عراقی مجاہدین نے ''القائم'' شہر پر قبضہ کرلیا، کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال کیا گیا ★ پاکستان کے صوبے بلوچستان میں حکومت بگٹی معاہدے پر عملدرآمد، قبائل نے چوکیاں خالی کرنا شروع کر دیں، قبائلی چوکیاں ہٹنے کے بعد ایف سی بھی چیک پوسٹیں خالی کر دے گی ✍ **15/اپریل**: 4 جہادی تنظیموں نے دوسری سرینگر مظفر آباد بس سروس کو اڑانے کی دھمکی دے دی، مسافروں کی فہرست حاصل کر لی ہے، بس سروس موت کا ثبوت ہے، مسافر اپنی زندگیوں کو خطرے میں نہ ڈالیں، مجاہد تنظیموں کا اعلان ✍ **16/اپریل**: دہشت گردوں کے خلاف پرویز مشرف کی پالیسیاں امریکہ اور بھارت کے مفاد میں ہیں، جنرل مشرف کے قابلِ تحسین کردار کے باعث دہشتگردی میں بڑی حد تک کمی واقع ہوئی، القاعدہ کا نیٹ ورک ٹوٹا، امریکی صدر جارج بش ★ فلپائن میں 31 عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا، اسلام قبول کرنے والوں میں 13 بڑے پادری بھی شامل ہیں ★ سماٹرا میں زلزلے کے شدید جھٹکے (بقیہ صفحہ ۷۷ پر ملاحظہ کریں)

Direction of Qiblah during the latrine

By Mufti Muhammad Rizwan Translated By Mulvi Abrar Hussain Satti

The prohibition of facing qiblah during the latrine is mentioned in saheeh ahadiths(of Bukhari, Muslim, Abudaud, Tirmizi, Nisai, Abn.e.Maja, and Musnad-e-Ahmad)

But many persons don't care about this definite rule of Sharia because of their ignorance, or they do so after knowing about that willingly, thus they indulge in a tasteless sin and proclaim by their deed to the anger of Allah. Although they can easily manage direction of qiblah but they do not care about it during the architecture. The draftsmen and Architects also do not care about it as they look towards beauty and designing .Thus they disregard this definite order of Allah, and deprive from the prosperity of guiding from avoiding the Allah's disobedient. When the latrine is completed and its seat is fitted in wrong direction then there are a lot of difficulties in changing the direction of seat. Then every one involves in sin. Useing that latrine continue for a long time. The sanctity of the holy House of Allah is so admitted that it is forbidden even for a child who does not have sense of that .It is the responsibility of his elder to avoid him from sitting towards this direction otherwise they will be sinners . So, it is duty of their elders to teach them

Idara Ghufran

its importance who sits any where towards any direction.

The Allah's House (Bait ullah) which was fixed as the qiblah of angles before the creation of human being, Allah ordered the angels to build it before all other places in the world, and honoured it by calling it as His House (Bait ullah).It is adjudged qiblah for the Muslims of all over the world for every kind of prayers. Besides it there are other reasons for its sanctity .We should think about that how much harmful and dangerous will be to dishonour the sanctity of this great and sacred place. It is necessary to preplan to avoid this kind of sin. We should repent on previous sins at once and change our own direction during the latrine if the direction of latrines is towards qiblah. (As it is mention in Tirmizi vol 1page119) Sahaba valued the orders of Sharia so much they were ready every time for acting upon it.

It is a historical fact that when they conquered Syria, and found that direction of latrines was towards qiblah,so they changed their own direction during latrine from qiblah.

Today we can reach the highest destinations of progress and prosperities by following these sacred personalities.